جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ / فروری ۲۰۱۸ء

بانی
مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

هٰذا بلاغٌ للنّاس

جلد ۵۳

شمارہ ۵

جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ / فروری ۲۰۱۸ء

نگران

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

مدیر مسئول

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب

مجلس ادارت

مولانا محمود اشرف عثمانی ــــ مولانا راحت علی ہاشمی

زیر انتظام ــــ فرحان صدیقی

ترتیب

فی شمارہ .... ۳۵/- روپے

سالانہ زرِ تعاون .... ۴۰۰/- روپے

بذریعہ رجسٹری .... ۵۵۰/- روپے

سالانہ زرِ تعاون بیرونِ ممالک

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور یورپی ممالک .... ۳۵ ڈالر

سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ عرب امارات .... ۲۷ ڈالر

ایران، بنگلہ دیش .... ۲۵ ڈالر

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ "البلاغ" جامعہ دارالعلوم کراچی
کورنگی انڈسٹریل ایریا کراچی ۷۵۱۸۰

فون نمبر:۔ 021-35123222
021-35123434

بینک اکاونٹ نمبر

9928-0100569829

میزان بینک لمیٹڈ
کورنگی دارالعلوم برانچ کراچی
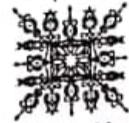
Email Address:
monthlyalbalagh@gmail.com
www.darululoomkarachi.edu.pk

پبلشر:۔ محمد تقی عثمانی
پرنٹر:۔ القادر پرنٹنگ پریس کراچی

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب
استاذ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی

امریکی صدر، ٹرمپ کے تیور ۔۔۔؟

حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانہ عالم کو وجود بخشا
اور
درود وسلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

حصول آزادی کے بعد وطن عزیز کو جس اسٹیبلشمنٹ نے چلایا وہ برطانوی سامراج کے زمانے میں، انگریز کی پروردہ، خودداری، قومی غیرت وحمیت اور دینی اقدار سے عاری رجال کار پر مشتمل تھی جن کے دل ودماغ پر مغربی نظریات وثقافت کا قبضہ تھا، اس لئے دیکھتے ہی دیکھتے ملک کو دوسروں کا تابع مہمل بنانے کی کوششیں تن دہی سے شروع ہوگئیں اور شروع کے دوچار سال ہی کے دوران اس کے منطقی نتائج سامنے آگئے، دوسری جنگ عظیم کے بعد دنیا کے زیادہ تر ممالک رشین، امریکن بلاکوں میں منقسم ہوگئے تھے، حالات کی ستم ظریفی اور غلامانہ ذہنیت کی حامل وطن عزیز کی بیوروکریسی نے اس ملک کو مضبوط اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے بجائے امریکہ کا تابع مہمل بنادیا، یوں، یہ ملک فکری، ثقافتی اور معاشی بنیادوں پر استوار نہ ہوسکا۔۔۔۔ مغربی دنیا بشمول امریکا سے امداد کے نام سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے، تعاون اور امداد کے نام پر یہ لوگ معاشرے میں، سرکاری اداروں میں اور سیاست میں اس طرح نفوذ حاصل کرلیتے ہیں کہ پالیسی بنانے والے اپنے ملکی وقومی مفاد کے بجائے "باہر" کے مطالبات وخواہشات کو زیادہ پیش نظر رکھتے ہیں اور گہرائی تک دخیل ہونے کے بعد کوئی قومی راز یا حکمت عملی کے محرکات ان طاقتوں سے خفیہ نہیں رہ سکتے، پچھلے ستر سال سے یہی کھیل جاری ہے، یہ صورتحال کسی المیہ سے کم نہیں کہ، پاکستان ہر طرح کا اتحادی بن جانے کے باوجود نہ تو ٹیکنالوجی میں ترقی کرسکا اور نہ کسی آزمائش کے موقع پر کسی مغربی طاقت سے کوئی مؤثر مدد حاصل کرسکا، سابق

مشرقی پاکستان کے خلاف بھارتی جارحیت کا معاملہ ہو، کشمیر پر بھارت کا غاصبانہ قبضہ ہو، دریاؤں کے پانی روکنے اور لائن آف کنٹرول پر آئے دن جارحیت کے اشتعال انگیز واقعات ہوں پاکستان کے لئے زبانی حمایت کی بھی کوئی خبر نہیں آتی۔

جبکہ یہاں فرمان برداری اور محکومانہ ذہنیت کی حالت یہ ہے کہ سابق مطلق العنان حکمران پرویز مشرف نے افغانستان پر حملہ کرنے اور طالبان کی حکومت کو ملیامیٹ کرنے کے لئے ایک مختصر ٹیلیفون کال پر ہر طرح کے لاجسٹک وسائل امریکہ کے سامنے ڈال دیئے۔

آج اگر ٹھنڈے دل ودماغ سے پچھلے ستر سال کے دورانیہ میں امریکی سرپرستی کا جائزہ لیا جائے تو ملکی وقومی سطح پر کوئی ایسا کام یا کمال نظر نہیں آتا جو کسی امریکی تعاون کا ثمرہ ہو، بلکہ اس "سرپرستی" نے جہاں ملک کی ثقافت اور سیاست کو بگاڑا ہے اور ملکی عوام کے جذبات واحساسات کے علی الرغم یہاں آزادی اور بشری حقوق کے خوشنما نعروں اور لبرل ازم کی تحریک کے ذریعے معاشرے میں لادینیت کے جراثیم کاشت کئے ہیں وہاں میڈیا اور تعلیم میں نفوذ حاصل کرکے "امریکا" اِس ملک کو فکری اور نظریاتی افراتفری کی راہ پر ڈالنے میں بھی خاصی حد تک کامیاب ہوا ہے۔

یوں تو امریکی انتظامیہ، پالیسی ساز ادارے اور تھنک ٹینکس سب ایک ہی فکر ونظر کے دائرے میں سرگرم عمل ہیں اور ان سب کا قدر مشترک اسلام اور مسلمانوں سے عناد کوئی ڈھکا چھپا معاملہ نہیں ہے، پچھلے چند سالوں میں عراق، لیبیا، سوریا اور افغانستان کے خلاف جارحیت نے تباہی مچاکران ممالک کو کس قدر اجاڑا ہے، جبکہ سینہ زوری اور جارحیت کا عالم یہ ہے کہ حال میں ٹرمپ نے بیت المقدس کو اسرائیل کا باضابطہ دار الحکومت قرار دینے اور وہاں اپنا سفارتخانہ کھولنے کے اعلان سے جہاں فلسطینیوں کے انسانی حقوق غصب کئے ہیں وہاں، اس سے عالمی سطح پر بھی مسلمانوں کی دل آزاری ہوئی ہے اور ہر جگہ کا مسلمان اِسے امریکی انتظامیہ کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں سے عناد قرار دیتا ہے، فریب خوردہ مسلمانوں کی بھول ہے کہ وہ امریکہ سے خیر کی امید رکھتے ہوں، قرآن کریم میں ۱۴رسو سال پہلے بتلایا گیا ہے کہ یہود اور نصاریٰ کبھی مسلمانوں سے مسلمان رہتے ہوئے راضی نہیں ہوسکتے جب تک کہ ان کا دین ونظریہ نہ اپنایا جائے:

﴿لَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَهُوْدُ وَلَا النَّصَارٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ (البقرة : ۱۲۰)﴾ بیت المقدس سے متعلق اِس اعلان کے بعد سال نو ۲۰۱۸ء کے آغاز پر ٹرمپ کی ٹویٹ کا عالمی سطح پر چرچا ہے، جس میں

پاکستان کو دھمکایا گیا ہے اور پھر ٹرمپ کے بعد دیگر ذمہ داران کی طرف سے بھی وہی زبان استعمال کی گئی ہے، ایسا لگتا ہے کہ ٹرمپ اور امریکن انتظامیہ کے ذمہ داران بھارتی سرکار کی زبان بول رہے ہیں، چنانچہ اس طرز عمل پر بھارتی ذرائع ابلاغ پر جشن کا سماں ہے۔

صورتحال خاصی گھمبیر ہے اور نہیں کہا جاسکتا کہ پردۂ غیب میں کیا ہے لیکن زیر نظر حالات میں حکومت اور قوم کو پوری بصیرت اور عاقبت اندیشی کا مظاہرہ کرنا چاہئے اس موقع پر قومی اتفاق واتحاد ناگزیر ضرورت ہے، اور کیا بعید ہے کہ اس موقع پر ہم اپنی ماضی کی غلطیوں، ناعاقبت اندیشانہ طرز عمل اور بے سوچ سمجھے اندھے تعلقات کے انجام بد کا گہرائی سے جائزہ لے کر اپنا قبلہ درست کرسکیں، یہاں قدم قدم پر قریب و دور کے دشمنوں نے "ریمنڈ ڈیوس" اور "کلبھوشن یادو" جیسے تربیت یافتہ دہشت گردوں کو معاشرے میں پھیلا دیا ہے، جو اس ملک میں افراتفری اور انتشار پھیلانے کی کسی بھی حرکت سے دریغ نہیں کریں گے، جگہ جگہ، خاص طور پر بلوچستان میں خودکش دھماکوں اور بدامنی کے دیگر واقعات تسلسل کے ساتھ ہورہے ہیں، ستر سالہ نشیب و فراز سے جو سبق ملے ہیں ان کے تناظر میں ہمیں اپنے طرز عمل کی اصلاح کرلینی چاہئے، ملک کے حساس ادارے، ملکی نظم ونسق وسلامتی سے وابستہ رجال کار اور سیاست سے متعلق ارباب فہم ودانش کو قومی زندگی کے اہداف پر مشتمل ایک ایسے بیانیے پر متفق ہوجانا چاہئے جس کو ملک کا ہر باشندہ اپنا نصب العین بنائے اور سرکاری وریاستی اداروں کی ہر طرح کی سرگرمی میں اس بیانیہ کی روح کارفرما ہو، اللہ نہ کرے، کہ آنے والے حالات ملک وقوم کے لئے گھمبیر اور صبر آزما ہوں تاہم ان حالات میں ایک طرف اگر دینی وقومی حمیت اور خودداری ناگزیر ہے تو اس کے ساتھ بصیرت، حالات کا درست اندازہ اور دشمن وبدخواہ کے شر سے بچنے کے لئے مدبرانہ حکمت عملی کی اشد ضرورت ہے۔

مولائے کریم ہر طرح کی آزمائش وشرانگیزی سے ملک وقوم کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

عِلمِ دین کتاب وسنت کے عالم سے حاصل کریں

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ ﷺ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوْسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ فِيْ كِتَابِ الْعِلْمِ وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ بَابِ الْاِعْتِصَامِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ اَيْضًا).

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ بے شک اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں اٹھائیں گے کہ علم لوگوں (کے سینوں) سے کھینچ لیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ علماء کو اٹھا کر علم اٹھا لیں گے، یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ (اس علاقہ میں) کسی عالم کو باقی نہیں چھوڑیں گے تو لوگ جاہلوں کو اپنا سربراہ بنالیں گے، اُن جاہلوں سے پوچھا جائے گا تو وہ (کتاب وسنت کے) علم کے بغیر جوابات دیں گے تو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (مشکوۃ المصابیح عربی: ص ۳۳)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

توضیح القرآن

آسان ترجمۂ قرآن

﴿...... اٰیاتھا ۱۲۰	سورۃ المائدۃ	...... رکوعاتھا ۱۶ ......﴾

يَآاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۞ قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ لَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۞

اے رسول! جو کچھ تمہارے ربّ کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اس کی تبلیغ کرو۔ اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو (اس کا مطلب یہ ہوگا کہ) تم نے اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا۔ اور اللہ تمہیں لوگوں (کی سازشوں) سے بچائے گا۔ یقین رکھو کہ اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا (۶۷) کہہ دو کہ: "اے اہلِ کتاب! جب تک تم تورات اور انجیل پر اور جو (کتاب) تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس (اب) بھیجی گئی ہے اس کی پوری پابندی نہیں کرو گے، تمہاری کوئی بنیاد نہیں ہوگی جس پر تم کھڑے ہوسکو۔" اور (اے رسول!) جو وحی اپنے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل کی گئی ہے وہ ان میں سے بہت سوں کی سرکشی اور کفر میں مزید اضافہ کر کے رہے گی، لہٰذا تم ان کافر لوگوں پر افسوس مت کرنا (۶۸)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـُٔوْنَ وَ النَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ
الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۝۶۹ لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ
اِسْرَآءِيْلَ وَ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ
فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَ فَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ۝۷۰ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ
اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَ صَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ۝۷۱ لَقَدْ كَفَرَ
الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَ قَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ
مَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ۝۷۲

حق تو یہ ہے کہ جو لوگ بھی، خواہ وہ مسلمان ہوں یا یہودی یا صابی یا نصرانی، اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئیں گے اور نیک عمل کریں گے ان کو نہ کوئی خوف ہوگا، نہ وہ کسی غم میں مبتلا ہوں گے۔ (۱) (۶۹) ہم نے بنو اسرائیل سے عہد لیا تھا، اور ان کے پاس رسول بھیجے تھے۔ جب کوئی رسول ان کے پاس کوئی ایسی بات لے کر آتا جس کو ان کا دل نہیں چاہتا تھا تو کچھ (رسولوں) کو انہوں نے جھٹلایا اور کچھ کو قتل کرتے رہے (۷۰) اور وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ کوئی پکڑ نہیں ہوگی، اس لئے اندھے بہرے بن گئے، پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی تو ان میں سے بہت سے پھر اندے بہرے بن گئے، اور اللہ ان کے تمام اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔ (۷۱) وہ لوگ یقیناً کافر ہو چکے ہیں جنہوں نے یہ کہا ہے کہ "اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے" حالانکہ مسیح نے تو یہ کہا تھا کہ "اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار۔ یقین جانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے، اللہ نے اس کے لئے جنت حرام کردی ہے، اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے، اور جو لوگ (یہ) ظلم کرتے ہیں، ان کو کسی قسم کے یار و مددگار میسر نہیں آئیں گے" (۷۲)

---

(۱) یہی مضمون سورۂ بقرہ کی آیت ۶۲ (۶۲:۲) میں گذرا ہے۔ اس کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَ اِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

وہ لوگ (بھی) یقیناً کافر ہو چکے ہیں جنہوں نے یہ کہا ہے کہ: "اللہ تین میں کا تیسرا ہے[(۱)]" حالانکہ ایک خدا کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ اور اگر یہ لوگ اپنی اس بات سے باز نہ آئے تو ان میں سے جن لوگوں نے (ایسے) کفر کا ارتکاب کیا ہے، ان کو دردناک عذاب پکڑ کر رہے گا (۷۳)

---

(۱) یہ عیسائیوں کے عقیدۂ تثلیث کی طرف اشارہ ہے۔ اس عقیدے کا مطلب یہ ہے کہ خدا تین اقانیم (Persons) کا مجموعہ ہے، ایک باپ (یعنی اللہ)، ایک بیٹا (یعنی حضرت مسیح علیہ السلام) اور ایک روح القدس۔ اور بعض فرقے اس بات کے بھی قائل تھے کہ تیسری حضرت مریم علیہا السلام ہیں۔ اور ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ تینوں مل کر ایک ہیں۔ یہ تینوں مل کر ایک کس طرح ہیں؟ اس معمے کا کوئی معقول جواب کسی کے پاس نہیں ہے، اس لئے ان کے متکلمین (Theologians) نے اس عقیدے کی مختلف تعبیریں اختیار کی ہیں۔ بعض نے تو یہ کہا کہ حضرت مسیح علیہ السلام صرف خدا تھے، انسان نہیں تھے۔ آیت نمبر ۷۲ میں ان کے عقیدے کو کفر قرار دیا گیا ہے۔ اور بعض لوگ یہ کہتے تھے کہ خدا جن تین اقانیم کا مجموعہ ہے، ان میں سے ایک باپ یعنی اللہ ہے، اور دوسرا بیٹا ہے جو اللہ ہی کی ایک صفت تھی جو انسانی وجود میں حلول کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل میں آ گئی تھی، لہٰذا وہ انسان بھی تھے، اور اپنی اصل کے اعتبار سے خدا بھی تھے۔ آیت نمبر ۷۳ میں اس عقیدے کی تردید کی گئی ہے۔ عیسائیوں کے ان عقائد کی تفصیل اور ان کی تردید کے لئے دیکھئے راقم الحروف کی کتاب "عیسائیت کیا ہے؟"۔

اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

کیا پھر بھی یہ لوگ معافی کے لئے اللہ کی طرف رُجوع نہیں کریں گے، اور اس سے مغفرت نہیں مانگیں گے؟ حالانکہ اللہ بہت بخشنے والا، مہربان ہے! (۷۴) مسیح ابنِ مریم تو ایک رسول تھے، اس سے زیادہ کچھ نہیں، ان سے پہلے (بھی) بہت سے رسول گذر چکے ہیں، اور ان کی ماں صدیقہ تھیں۔ یہ دونوں کھانا کھاتے تھے (۱)۔ دیکھو! ہم ان کے سامنے کس طرح کھول کھول کر نشانیاں واضح کر رہے ہیں! پھر یہ بھی دیکھو کہ ان کو اوندھے منہ کہاں لے جایا جارہا ہے! (۲) (۷۵) (اے پیغمبر! ان سے) کہو کہ: "کیا تم اللہ کے سوا ایسی مخلوق کی عبات کرتے ہو جو تمہیں نہ کوئی نقصان پہنچانے کی طاقت رکھتی ہے، اور نہ فائدہ پہنچانے کی (۳)، جبکہ اللہ ہر بات کو سننے والا، ہر چیز کو جاننے والا ہے؟" (۷۶)

(۱) "صدیقہ" "صدیق" کا مؤنث ہے۔ اس کے لفظی معنی ہیں "بہت سچا" یا "راست باز"۔ اِصطلاح میں صدیق عام طور سے ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی پیغمبر کا افضل ترین متبع ہوتا ہے، اور نبوّت کے بعد یہ سب سے اُونچا مرتبہ ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدۂ ماجدہ حضرت مریم علیہا السلام دونوں کے بارے میں یہاں قرآنِ کریم نے یہ حقیقت جتلائی ہے کہ وہ کھانا کھاتے تھے، کیونکہ تنہا یہ حقیقت اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ وہ خدا نہیں تھے۔ ایک معمولی سمجھ کا شخص بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ خدا تو وہی ذات ہو سکتی ہے جو ہر قسم کی بشری حاجتوں سے بے نیاز ہو۔ اگر خدا بھی کھانا کھانے کا محتاج ہو تو وہ خدا کیا ہوا؟

(۲) قرآنِ کریم نے یہاں مجہول کا صیغہ استعمال کیا ہے، اس لئے ترجمہ یہ نہیں کیا گیا کہ "وہ اوندھے منہ کہاں جارہے ہیں؟" بلکہ ترجمہ یہ کیا گیا ہے کہ: "انہیں اوندھے منہ کہاں لیجایا جارہا ہے؟" اور بظاہر مجہول کا صیغہ استعمال کرنے سے اشارہ اس طرف مقصود ہے کہ ان کی نفسانی خواہشات اور ذاتی مفادات ہیں جو انہیں اُلٹا لے جارہے ہیں۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

(۳) حضرت مسیح علیہ السلام اگرچہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر تھے، لیکن کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کی ذاتی صلاحیت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اگر وہ کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں تو صرف اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مشیت سے پہنچا سکتے ہیں۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ۝۷۷

(اوران سے یہ بھی کہو کہ:) "اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو(۱)، اوران لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو جو پہلے خود بھی گمراہ ہوئے، بہت سے دوسروں کو بھی گمراہ کیا، اور سیدھے راستے بھٹک گئے۔"(۷۷)

(۱) "غلو" کا مطلب ہے کسی کام میں اس کی معقول حدود سے آگے بڑھ جانا۔ عیسائیوں کا غلو یہ تھا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم میں اتنے آگے بڑھ گئے کہ انہیں خدا قرار دے دیا، اور یہودیوں کا غلو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے محبت کا جو اظہار کیا تھا اس کی بنا پر یہ سمجھ بیٹھے کہ دُنیا کے دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر بس وہی اللہ کے چہیتے ہیں، اور اس وجہ سے وہ جو چاہیں کریں، اللہ تعالیٰ ان سے ناراض نہیں ہوگا، نیز ان سے بعض نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دے لیا تھا۔

خوشخبری
خوشخبری
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم
کے درسی افادات پر مشتمل مسلم شریف کی آسان شرح چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے
کتاب الجہاد والسیر ..... إلی ..... کتاب اللباس والزینة
کتاب الأداب..... إلی ..... کتاب التفسیر
☆ ......طویل مباحث کا آسان خلاصہ
☆ ......اختلافی مسائل کی مختصر و مدلل آسان انداز میں تشریح و توضیح
مسلم شریف
کی آسان شرح
افادات
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم
دو جلدیں
ناشر
مکتبۃ الاسلام کراچی
کورنگی، انڈسٹریل ایریا کراچی
موبائل: 0300-8245793
ای میل: Shahidflour68@gmall.com
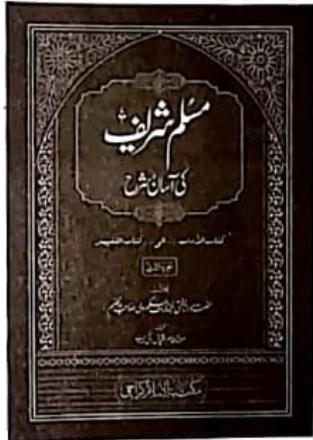
حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم
نائب رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی

یادیں

(چوتھی قسط)

یہ تھا میرے آٹھ بہن بھائیوں کا مختصر تذکرہ، میں ان سب سے چھوٹا ہوں، اور جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں، میری پیدائش ۵؍شوال ۱۳۶۲ھ کو ہوئی تھی۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، رحمۃ اللہ علیہ، کی وفات تقریباً تین مہینے پہلے ہو چکی تھی۔ اس لئے میرے تمام بہن بھائیوں کو یہ شرف حاصل ہے کہ انہوں نے یا تو حضرت، رحمۃ اللہ علیہ، کی بذات خود زیارت کی تھی، یا کم از کم حضرتؒ کی مبارک نگاہیں ان پر پڑی تھیں۔ میں ان دونوں سعادتوں سے محروم رہا، نیز ہمارے تمام بہن بھائیوں کے نام بھی حضرت قدس سرہ نے رکھے تھے۔ میرا نام اگرچہ براہ راست حضرتؒ کی طرف سے رکھنے کا سوال نہیں تھا، لیکن جب حضرت والد صاحبؒ کی درخواست پر میرے کسی بڑے بھائی کا نام حضرتؒ تجویز فرماتے، تو کئی ہم قافیہ نام تجویز فرما دیتے تھے کہ ان میں سے کوئی نام رکھ لیا جائے۔ ان کئی ناموں میں ایک نام ''محمد تقی'' بھی تھا جو مجھ سے پہلے کسی اور بھائی کا نہیں رکھا گیا تھا۔ بظاہر حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، نے میرا نام اسی فہرست میں سے رکھا جو حضرتؒ کی تجویز کی ہوئی تھی، اور چونکہ حضرت والد صاحبؒ حضرت حکیم الامتؒ کی وفات کے بعد عموماً اپنے محبوب استاذ و مربی حضرت میاں صاحب (یعنی حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندی، رحمۃ اللہ علیہ) سے مشورے کیا کرتے تھے، اور وہ صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے، اس لئے غالب گمان یہ ہے کہ میرا نام رکھنے میں ان کا مشورہ بھی شامل ہوگا۔

میرے تینوں بڑے بھائی دارالعلوم دیوبند میں پڑھتے تھے۔ میرا تو اس وقت قاعدۂ بغدادی بھی باضابطہ شروع نہیں ہوا تھا، اس لئے دارالعلوم دیوبند میں پڑھنے کا سوال ہی کیا تھا؟ لیکن کبھی کبھی اپنے ان تین بڑے بھائیوں کے ساتھ میں بھی دارالعلوم چلا جاتا۔ اس لئے اُس وقت کے دارالعلوم کا ایک دھندلا سا نقش

ذہن پر ضرور بیٹھ گیا تھا۔

طفلی و آغوش مادر خوش بہارے بودہ است

ہمارے گھر کی پچھلی طرف (یعنی مغربی سمت میں) ہمارے دادا حضرت مولانا محمد یاسین صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کا گھر تھا جس میں ہماری دادی صاحبہ، رحمۃ اللہ علیہا (جو حضرت گنگوہی قدس سرہ سے بیعت تھیں) رہا کرتی تھیں، ہمارے اور اُن کے گھر کے درمیان ایک سرنگ نما راستہ تھا، جسے ہم "نیم دری" کہا کرتے تھے۔اس جدّی مکان کے بعد ہمارے ہی خاندان کے مختلف گھر تھے، جن کے درمیان ایک پتلی سی گلی ایک نسبۃً کشادہ علاقے تک پہنچتی تھی جسے ہم "چوک" کہتے تھے، اور وہ ہم بچوں میں کھیل کے میدان کے طور پر مشہور تھا، اور ہمارے اُس وقت کے تصور کے لحاظ سے وہ ایک وسیع اسٹیڈیم سے کم نہ تھا جس میں محلے بھر کے بچے وہ کھیل کھیلا کرتے تھے جنہیں کھیلنے کیلئے نہ کوئی پیسہ خرچ کرنے کی ضرورت تھی، اور نہ کسی کوچ سے تربیت لینی پڑتی تھی۔ ہمارے بڑے بھائی بھی عموماً عصر کے بعد اسی چوک میں دیسی قسم کے کھیل کھیلتے تھے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے، تین چار سال کے ایک نادان بچے کی کُل کائنات گھر سے شروع ہو کر اس چوک پر ختم ہو جاتی تھی، جہاں میں خود کھیلنے سے زیادہ دوسروں کو کھیلتے دیکھ کر ہی دل خوش کر لیا کرتا تھا۔

جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں، میری تین بھانجیاں اور ایک بھانجے مجھ سے عمر میں ایک سے لے کر تین سال تک بڑے تھے، اس لئے خاندان سے باہر کوئی دوست تلاش کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی، انہی بھانجے بھانجیوں سے دوستی کا سا تعلق تھا، اور بچپن کے کھیلوں کا رشتہ انہی کے ساتھ قائم ہو گیا تھا، اس زمانے کے کھیلوں میں آنکھ مچولی وغیرہ ہی ایسے کھیل تھے جو ہم اپنی عمر کے لحاظ سے کھیل سکتے تھے، اور اُس کے لئے گھر ہی کافی تھا، اُس کے لئے "چوک" کا اسٹیڈیم استعمال کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ گلی ڈنڈا وغیرہ ہماری بساط سے آگے کی بات تھی۔ ویسے بھی میں کسی کھیل میں کوئی قابل ذکر مہارت کبھی حاصل نہ کر سکا۔

میں اپنے نو بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹا تھا، اور شاید اس وجہ سے سب کا لاڈلا بھی۔ اب معلوم نہیں کہ یہ اس لاڈ پیار کا کرشمہ تھا، یا واقعی اس بات میں کوئی حقیقت بھی تھی کہ میرے والدین سے لے کر بہن بھائیوں تک سب کے سب اتنی چھوٹی سی عمر میں میری ذہانت کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔ اور دلیل میں میرے

جو واقعات پیش کئے جاتے تھے، وہ مجھے اب تک اس طرح یاد ہیں جیسے وہ آج کی بات ہو۔ان میں سے چند واقعات جن سے شاید آپ بھی لطف اندوز ہوں، اس وقت قلم پر آنے کے لئے بیتاب معلوم ہورہے ہیں:

میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت ورضوان کی بارشیں برسائے ،وہ اگر چہ دارالعلوم دیوبند جیسے ادارے کے سب سے بڑے مفتی تھے، اور اللہ تعالیٰ نے انہیں علم وفضل کے جس مقام سے نوازا تھا، اُس کا شہرہ پورے ملک میں تھا، اوران کے جاں نثار شاگردان کی ہر خدمت کو اپنے لئے بہت بڑا اعزاز سمجھتے تھے،لیکن حضرت والد صاحب ،رحمۃ اللہ علیہ، کے مزاج میں اس قدر تواضع اور سادگی تھی کہ گھر کا سودا سلف لینے کیلئے خود بازار جایا کرتے تھے،اور کبھی کبھی گھر کے استعمال کی کوئی چیز خریدتے، تو اُسے اپنے دامن ہی میں رکھ کرلے آتے تھے۔اُس وقت میں اس قابل ہو چکا تھا کہ والد صاحبؒ کی انگلی پکڑ کر ان کے ساتھ بازار جاسکوں ۔ جب کبھی ایسا ہوتا تو واپسی میں وہ مجھے بھی میرے مطلب کی کوئی چیز دلا دیتے ۔ چاکلیٹوں اور ٹافیوں کا زمانہ ابھی نہیں آیا تھا، اس لئے ہماری پسندیدہ چیزیں کیا تھیں؟ بھنے ہوے چنے ،مکئی کی کھلیں، چاول کے مرمرے، ملائی کا برف (جو آئس کریم کی ایک دیسی شکل تھی) اور دیسی ہی قسم کی مٹھائیاں! ذرا ترقی ہوئی تو ایک پیسے میں ایک چاکلیٹ نما چھوٹی سی مٹھائی ملنے لگی تھی، جس کی شکل سنگترے کی ایک قاش جیسی ہوتی تھی، اوراُسے ہم سنگترے کی مٹھائی کہا کرتے تھے۔اب خیال آتا ہے کہ اُس دور میں بچوں کی خواہشات تمام تر ایسی چیزوں سے متعلق ہوتی تھیں، جو صحت کیلئے فائدہ منداور قدرتی خصوصیات کی حامل ہوتی تھیں اور ہر جگہ سستے داموں مل جایا کرتی تھیں۔بچوں کو خوش کرنے کیلئے جو مضر صحت اور مہنگی چیزیں آج ایجاد ہوگئی ہیں، ان کا کوئی تصور نہیں تھا۔

بہر کیف! حضرت والد صاحب ، رحمۃ اللہ علیہ ،جب ہمیں اپنے ساتھ کہیں لے جاتے ،تو مذکورہ بالا چیزوں میں سے کوئی چیز ہمیں بھی دلا دیتے ،اوراس کے نتیجے میں جانے آنے کی محنت بھی وصول ہوجاتی، اور بازار کی سیر اُس کے علاوہ تھی۔لیکن حضرت والد صاحب ،رحمۃ اللہ علیہ، کا ہمیں کوئی چیز دلا دینا خود اُنہی کی طرف سے ہوتا تھا۔اس بات کا کوئی رواج نہیں تھا کہ اولاد اپنی طرف سے کوئی چیز دلوانے کی فرمائش یا اس کا مطالبہ کرے۔

چنانچہ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، بازار سے گھر کے لئے آلو لے کر جارہے تھے۔ میں بھی ان کی انگلی پکڑے ان کے ساتھ تھا۔ اتفاق سے اُس دن حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، مجھے بازار سے کچھ دلانا بھول گئے۔ ذہن تو اس طرف لگا ہوا ہی تھا کہ ہمیں بھی کوئی چیز ملنی چاہئے، لیکن جب نہ ملی، اور بازار ختم ہو کر والد صاحب اُس گلی میں مڑنے لگے جس میں ہمارے مطلب کی کوئی دوکان نہ تھی، تو اندازہ ہوگیا کہ اب کچھ ملنے والا نہیں ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا، اپنی زبان سے فرمائش کرنا تو معمول اور رواج کے خلاف تھا، دوسری طرف حضرت والد صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کو متوجہ کرنے کو بھی دل چاہ رہا تھا کہ آپ کچھ بھولے جارہے ہیں۔ ان دو متضاد باتوں کا حل میرے اس بچپن کے ذہن نے یہ نکالا کہ میں نے حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، سے کہا: "ابا جی! میری گود میں آلو ہی ڈال دو"۔ حضرت والد صاحبؒ میری زبان سے یہ جملہ سن کر بیساختہ ہنس پڑے، اور پھر آلو کے بجائے میرے مطلب کی کوئی چیز مجھے دلا کر گھر واپس پہنچے، اور سب گھر والوں کو میری یہ بات سنائی جو بعد میں ایک لطیفہ بن گئی۔

اسی طرح دیوبند میں بدھ کے دن ایک بازار لگا کرتا تھا، جس میں آس پاس کے گاؤں والے اپنا اپنا سامان لا کر بیچا کرتے تھے، اور اس بازار میں عام طور پر گھریلو استعمال کی چیزیں سستے داموں مل جایا کرتی تھیں۔ اسے "بدھ بازار" کہا جاتا تھا۔ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، ایک مرتبہ اُس بازار میں جاتے ہوئے مجھے بھی ساتھ لے گئے۔ اب یاد نہیں کہ انہوں نے وہاں سے کیا چیزیں خریدیں، وہ بازار بھی زیادہ تر گھریلو استعمال کی اجناس کا بازار تھا، اور اس میں بچوں کے مطلب کی کوئی خاص چیز تھی بھی نہیں۔ چنانچہ اُس روز بھی انہوں نے مجھے کچھ نہ دلایا، یہاں تک کہ واپسی شروع ہوگئی۔ ایک آخری دوکان میں چینی کے بنے ہوئے بتاشوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ جب ہم وہاں سے گذرے تو مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، سے کہا: "ابا جی! بتاشوں کا بھاؤ ہی پوچھ لو"۔ اور اس طرح والد صاحبؒ کو ان کا بھولا ہوا فریضہ یاد دلا دیا۔

ہمارا گھر دیوبند کے جس محلے میں تھا، اُسے بڑے بھائیوں کا محلّہ کہا جاتا ہے۔ دراصل ہمارے جدامجد کی اولاد "بڑے بھائی" کہلاتی تھی، اور انہی کے نام پر محلے کا نام بھی مشہور ہوگیا تھا۔ ہمارے گھر کے صدر

دروازے کی طرف (جو مشرق میں تھا) وہ چھوٹی سی سڑک تھی جو مسلمانوں کی آبادی کو ہندوؤں کی آبادی سے ممتاز کرتی تھی۔ اس سڑک پر ہمارے گھر کے دوسری طرف تمام تر ہندو آباد تھے، لیکن اُن سے پڑوس کے اچھے تعلقات قائم تھے۔ ہمارے گھر کے سامنے اُسی سڑک پر ایک آٹے کا کارخانہ تھا جسے ہم "انجن" کہا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ اُس میں ایک مرتبہ آگ لگ گئی، تو سب سے پہلے حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، ان کی مدد کو پہنچے اور دیر تک آگ بجھانے کیلئے پانی اور زمین سے کھودی ہوئی مٹی ڈالنے کے کام میں مصروف رہے۔ غیر مسلم پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک ہمارے سارے اکابر کا خاص وصف تھا۔ میرے لئے یہ ایک دلچسپ منظر تھا، اور میں گھر سے یہ تماشا دیکھنے کے بعد اپنے بڑے بہن بھائیوں کے سامنے یہ منظر اپنی تتلائی ہوئی زبان میں بیان کرتا، اور اپنے ہاتھ پاؤں کی حرکات سے وہ نقشہ کھینچنے کی کوشش کرتا، اور اس منظر کشی میں اپنے کسی بہن بھائی کے اوپر اُس طرح چڑھ جاتا جیسے میں نے آگ بجھانے والوں کو انجن پر چڑھتے دیکھا تھا۔ میرے بہن بھائی مجھ سے فرمائش کر کے اس منظر کشی کا مطالبہ کیا کرتے تھے۔

میں تقریباً چھ سال کی عمر تک تتلائی ہوئی زبان بولتا رہا، اور اُس کے بھی طرح طرح کے لطیفے خاندان میں مشہور ہوئے۔ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری، رحمۃ اللہ علیہ، کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا ازہر شاہ قیصر (رحمۃ اللہ علیہ) جو عرصے تک ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کے ایڈیٹر رہے، میرے سب سے بڑے بھائی جناب محمد زکی کیفی، رحمۃ اللہ علیہ، کے دوست تھے، اور اس حوالے سے ان کا ہمارے گھر میں بکثرت آنا جانا تھا، وہ مجھ سے بہت محبت کرتے تھے، گھر والے مجھے پیار سے "تقی" کے بجائے "تقو" کہا کرتے تھے اور مولانا ازہر صاحب بھی مجھے اسی نام سے پکارتے، اور اکثر مجھے گود میں اٹھا کر "تقوٗ تقوٗ" کہہ کر چھیڑا کرتے تھے۔ دوسری طرف ان کا نام "ازہر" تھا جسے بگاڑ کر میں اپنی تتلائی ہوئی زبان میں "اجہل" کہتا تھا، چنانچہ جب وہ دروازے پر دستک دیتے، اور میں باہر نکل کر انہیں دیکھتا، تو بھائی جان کو آ کر بتاتا کہ: "بھائی اجہل آئے ہیں"۔ مولانا ازہر صاحبؒ میری اس زبان کے بڑے مزے لیا کرتے تھے۔ چنانچہ پاکستان آنے کے بعد جب میری ادارت میں ماہنامہ البلاغ جاری ہوا، اور اُس کا پہلا شمارہ مولاناؒ کے پاس پہنچا تو انہوں نے مجھے خط میں لکھا (جو سالہا سال کے بعد میرے نام ان کا پہلا خط تھا) کہ: "اب تو آپ مولانا محمد تقی عثمانی ہیں

لیکن میرے نزدیک آپ وہی تقو میاں ہیں جو مجھے اجہل کہا کرتے تھے"۔ اور خط کے آخر میں اپنے نام کی جگہ لکھا "وہی آپ کا اجہل بھائی"۔

ہمارے گھر میں شعر و ادب کا بڑا چرچا تھا۔ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کا شعری مجموعہ تو ان کے "کشکول" میں چھپ چکا ہے۔ بڑے بھائی جان (مولانا محمد زکی کیفی، رحمۃ اللہ علیہ) باقاعدہ شاعر تھے، اور ان کی وجہ سے کئی شاعروں کا گھر میں آنا جانا رہتا تھا۔ میری دو بڑی بہنیں ایسی تھیں کہ اگرچہ انہوں نے کسی مدرسے یا اسکول میں کبھی نہیں پڑھا، بلکہ صرف گھریلو تعلیم پر اکتفا کیا، لیکن ان کا شعری اور ادبی ذوق بڑا پاکیزہ تھا، اور کبھی کبھی وہ خود شعر کہتی تھیں۔ اس سارے ماحول کے نتیجے میں بچپن کے اُس بالکل ابتدائی دور میں بہت سے اشعار مجھے بھی یاد ہو گئے تھے جو میں اپنی تتلائی ہوئی زبان میں پڑھا کرتا تھا، اور گھر والے میری زبان سے یہ تتلائے ہوئے اشعار سن کر محظوظ ہوتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستان کے مختلف حصوں میں ہندو مسلم فسادات پھوٹ پڑے تھے۔ ایک ایسا ہی فساد گڈھ مکٹیشر میں ہوا، تو وہاں کے ایک شاعر نے اس فساد کا نقشہ ایک نظم میں بڑے دردناک انداز میں کھینچا تھا۔ اُس نظم کے یہ اشعار مجھے اُسی وقت سے یاد ہیں:

کیا کیا ہوا موجودہ حکومت کے سہارے!
گنگا کے کنارے!
گھر جلتے تھے، اڑتے تھے ہواؤں میں شرارے
گنگا کے کنارے!
بوسے جنہیں ماں باپ دیا کرتے تھے سو بار
کرتے تھے جنہیں پیار!
کفار نے نیزے اُنہی رخساروں پہ مارے!
گنگا کے کنارے!

میری وہ بہن جو بہنوں میں سب سے چھوٹی اور چار بھائیوں سے بڑی ہیں، اور ہم انہیں چھوٹی آپا کہتے ہیں، اور بفضلہٖ تعالیٰ حیات ہیں، انہوں نے مجھے یہ نظم کسی وقت اچھے سے ترنم سے سنادی تھی۔ وہ مجھے اتنی پسند

آ گئی کہ جب تک میں ان کے منہ سے وہ نظم نہ سن لیتا، سوتا نہیں تھا۔ چنانچہ وہ اس نظم سے میری لوری کا کام لیا کرتی تھیں۔اور بعد میں میں نے ان سے خطاب کرتے ہوئے انہی کے بارے میں ایک نظم کہی تھی جسکا مطلع یہ تھا:

چھوٹی آپا! مری اس نظم کا عنواں تم ہو
تم ہو اس بزم کی تزیین کا ساماں تم ہو

اس کے آخری شعر میں اسی لوری کی طرف اشارہ ہے:

لوریوں میں بھی مجھے درس دیئے ہیں تم نے
ہاں مری بہن، مری دوست، مری ماں تم ہو

اس کے علاوہ قصبے بھر میں پاکستان بنانے کی تحریک چلی، تو شاعروں نے اُس کی حمایت میں جوشیلی نظمیں کہیں، اور وہ میں نے کہیں سے سن لیں تو اپنی تتلائی ہوئی زبان میں انہیں نہ جانے کس طرح بگاڑ کر دہرانا شروع کر دیا۔ مولانا عامر عثمانی، رحمۃ اللہ علیہ، کی یہ نظم اُس زمانے میں بڑی مقبول اور مشہور ہوئی تھی کہ:

یا رنج وبلا کا خوف نہ کر، یا نام نہ لے آزادی کا!
گر دار ورسن کی تاب نہیں، الزام نہ لے آزادی کا

نیز ان کی ایک نظم یہ تھی:

اگر لینی ہے آزادی تو مسلم لیگ میں آؤ
اخوت کا علَم لیکر جہانِ کفر پر چھاؤ

میں اس جیسی نظموں کو سمجھے بوجھے بغیر بگاڑ بگاڑ کر تتلائی ہوئی زبان میں پڑھتا، اور گھر والے اُس سے مزے لیتے تھے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب پورے ہندوستان میں تحریک آزادی اپنے شباب پر تھی، اور مسلمانوں کی طرف سے قیام پاکستان کا مطالبہ زور پکڑ رہا تھا۔ چنانچہ ہمارے گھر کی مشرقی سمت میں جو چھوٹی سی سڑک تھی، اُس پر سے بھی جلوس گذرا کرتے تھے۔ چونکہ ان جلوسوں میں اکثر کسی نہ کسی کے لئے "زندہ باد" کے نعرے لگتے تھے، اس لئے جب دور سے کسی جلوس کا شور سُنائی دیتا، تو میں گھر والوں سے اپنی توتلی زبان میں کہتا: "جندہ باد آلہے ہیں" (زندہ باد آرہے ہیں)۔ اس کے علاوہ ان جلوسوں کے مختلف نعرے سُن سُن کر مجھے یاد ہوگئے تھے، مثلاً "سینے پہ گولی کھائیں گے پاکستان بنائیں گے"۔ میں جب وہ نعرے اپنی تتلائی ہوئی زبان میں دہراتا، تو سارے گھر والے اُس کا مزہ لیتے تھے۔

پھوپی امۃ الحنانؒ کا گھریلو مکتب

ہم جس محلے میں آباد تھے، اُس میں اُس چوک کے قریب جس کا ذکر میں نے پہلے کیا ہے، ہمارے خاندان کی ایک بزرگ خاتون کا قیام تھا جن کا نام امۃ الحنان تھا، اور ہم انہیں پھوپی کہا کرتے تھے، کیونکہ وہ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کی رشتے کی بہن تھیں۔ اُن کا گھر کیا تھا؟ خاندان بھر کے، بلکہ دور دور کے، بچوں کی ایسی تعلیم گاہ تھی جس میں کئی کئی پشتوں نے اُن سے تعلیم حاصل کی تھی۔ وہ کہنے کو تو بچیوں اور بہت چھوٹے بچوں کو قرآن شریف ناظرہ پڑھاتی تھیں، لیکن درحقیقت وہ بچیوں کو قرآن شریف کے علاوہ بہشتی زیور کے ذریعے وہ سب کچھ پڑھا دیتی تھیں جس کی انہیں شادی کے بعد تک ضرورت ہوتی، اور نہ صرف نظریاتی طور پر پڑھا دیتی تھیں، بلکہ اُس کی عملی تربیت بھی دیتی تھیں۔ یہی ان کا مشغلہ تھا، اور یہی ان کا شوق، جس کے ذریعے انہوں نے سینکڑوں بچوں اور بچیوں کو انسانیت سکھادی تھی۔ ہماری سب سے بڑی بہن سے لے کر مجھ تک، سب نے اُن سے پڑھا تھا۔

میں ابھی اس قابل تو نہ ہوا تھا کہ اس تعلیم گاہ کا باقاعدہ شاگرد بنوں، لیکن میرے والدین مجھے غیررسمی طور پر قاعدۂ بغدادی دے کر اُن کے گھر بھیج دیتے تھے، اور اس طرح قاعدۂ بغدادی کا آغاز میں نے اس گھریلو

مکتب میں کیا تھا جہاں محترمہ امۃ الحنان صاحبہ، رحمۃ اللہ علیہا، اپنی کڑک دار آواز میں تعلیم وتربیت کے فرائض بڑی تندہی سے انجام دیتی تھیں۔

یہ ساری باتیں مجھے یاد ہیں، اور اس کے علاوہ بھی بہت سی باتیں جو شاید قارئین کے لئے کسی دلچسپی یا فائدے کی حامل نہ ہوں۔ اُس وقت میری عمر کیا تھی؟ میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا، لیکن ساڑھے چار سال سے یقیناً کم تھی، کیونکہ پانچ سال کی عمر پوری ہونے سے پہلے ہی ہم دیوبند سے پاکستان روانہ ہوگئے تھے۔ البتہ مجھے اپنے سب سے بڑے بھائی جناب محمد زکی کیفی، رحمۃ اللہ علیہ، کا نکاح یاد ہے جو ۱۹۴۶ء میں ہوا تھا۔ اُس وقت میری عمر یقیناً تین سال تھی۔ لہٰذا جو باتیں مجھے یاد ہیں وہ تین سے ساڑھے چار سال تک کی عمر کی باتیں ہیں۔ اور آج مجھے حیرت ہوتی ہے کہ مجھے کل کی بات بھی بعض اوقات یاد نہیں رہتی، لیکن اتنی کمسنی کی یہ باتیں اس طرح یاد ہیں جیسے میں اب انہیں دیکھ رہا ہوں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بچپن کے زمانے میں جو باتیں ذہن پر نقش ہوجاتی ہیں، وہ کتنی دیرپا اور انمٹ ہوتی ہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ بچوں کے سامنے اچھی باتیں کرو اور یہ نہ سمجھو کہ ان نادانوں پر ہماری اُن باتوں کا کیا اثر پڑے گا جو ان کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔

البتہ یہ میری محرومی ہے، اور اس کی دل میں حسرت بھی ہمیشہ رہی کہ دیوبند اُس وقت بھی بڑے درجے کے علماء اور اولیاء کرام کا مرکز تھا، لیکن میری عمر اُس وقت اتنی چھوٹی تھی کہ اُن میں کسی کی زیارت مجھے یاد نہیں۔ البتہ مجھے ایک مرتبہ اپنے والدین کے ساتھ تھانہ بھون جانا یاد ہے، اور یہ میری یاد میں ریل کا پہلا سفر تھا، لیکن اُس وقت کچھ شعور نہ تھا کہ تھانہ بھون کیا ہے؟ اور وہاں جانے کا کیا مقصد ہے؟ البتہ ان کے بعد حضرت والد ماجد، رحمۃ اللہ علیہ، کے دوسرے محبوب ترین استاد اور مربی حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب، رحمۃ اللہ علیہ (جو حضرت میاں صاحب کے نام سے مشہور ہیں) بقید حیات تھے، اور غالب گمان یہ ہے کہ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، نے بظاہر میری تحنیک بھی اُن سے کرائی ہوگی، لیکن افسوس ہے کہ مجھے حضرتؒ کی زیارت یاد نہیں ہے۔ البتہ بعد میں میں نے ایک خواب میں اُن کی زیارت کی تھی، اور اُن کا جو حلیہ دیکھا تھا، جب میں نے وہ اپنے بڑے بہن بھائیوں سے بیان کیا، تو اُنہوں نے بتایا کہ یہ حضرتؒ ہی کا حلیہ تھا۔ اسی طرح اُس وقت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی اور شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب، رحمہما اللہ تعالی، جیسے اکابر بھی دیوبند میں تشریف فرما تھے، لیکن مجھے کم عمری کی وجہ سے ان کی زیارت کا

شرف حاصل نہیں ہوسکا۔

اسی دوران ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو جمعۃ الوداع کی مبارک رات میں پاکستان کا قیام عمل میں آگیا۔ اُس وقت میری عمر چار سال سے آٹھ دن کم تھی۔ مجھے وہ خاص دن تو یاد نہیں ہے جس دن پاکستان بنا، لیکن یہ یاد ہے کہ گھر میں چونکہ بار بار پاکستان بن جانے کا ذکر ہوتا رہتا تھا، اس لئے میرے اُس بچپن کے ذہن میں کچھ ایسا تصور بیٹھا ہوا تھا جیسے کوئی بڑی سی عمارت بنی ہے جس میں ایک بڑا سا ہال ہے، اور اُس کی دیوار پر چاند تارے کی تصویر بنی ہوئی ہے۔

پاکستان بنتے ہی ملک کے مختلف حصوں میں ہندو مسلم فسادات پھوٹ پڑے، اور مشرقی پنجاب میں مسلمانوں پر سکھوں کی طرف سے لرزہ خیز مظالم کی ایک قیامت برپا ہوگئی۔ یوپی کا ضلع سہارن پور جس کا ایک قصبہ دیوبند بھی تھا، چونکہ مشرقی پنجاب سے بالکل ملا ہوا تھا، اس لئے اس علاقے میں بھی سکھوں کی اچھی خاصی آبادی تھی، اور سکھوں کے مظالم کا دائرہ ہمارے ضلع تک پہنچ چکا تھا، اور ہندوؤں کی طرف سے بھی اُن کی پشت پناہی جاری تھی۔ اُن کے بھی جارحانہ نعروں پر مشتمل جلوس نکلا کرتے تھے۔ ہمارے محلے کی مشرقی جانب میں چونکہ ہندوؤں کی آبادی دور تک پھیلی ہوئی تھی جس کو "ہندواڑہ" کہا جاتا تھا۔ اس لئے ہر رات یہ افواہیں گرم رہتی تھیں کہ آج کی رات سکھوں یا ہندوؤں کی طرف سے حملہ ہوگا۔ اس خطرے کے پیش نظر محلے کے نوجوان باریاں مقرر کر کے محلے کے مختلف ناکوں پر ساری رات پہرہ دیا کرتے تھے۔ حالات کے اس پس منظر میں میرے بچپن کے ذہن پر خاص طور سے سکھوں کی ایک خونخوار تصویر مسلط ہوگئی تھی، اور چار سالہ دماغ میں یہ بات سما گئی تھی کہ سکھ کوئی خطرناک مخلوق ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ میں گھر والوں کی نہ جانے کس بات پر ناراض ہوکر گھر والوں کا بائیکاٹ کرتے ہوئے رات کو گھر کے مشرقی دروازے کے قریب ایک کونے میں جا لیٹا۔ یہ کونا میری نظر میں دو وجہ سے خطرناک تھا۔ ایک تو اس میں ایندھن کے طور پر استعمال ہونے والی لکڑیاں پڑی رہتی تھیں جن میں بعض اوقات بچھو بھی نکل آتے تھے، اور دوسری طرف یہیں ہمارے گھر کا وہ دروازہ تھا جو ہندواڑے کی اُس سڑک پر کھلتا تھا جہاں سے سکھوں کے جلوس گذرا کرتے تھے، اور وہیں سے ان کے حملے کا خطرہ سب سے زیادہ تھا۔ لیکن میں اپنی دانست میں یہ دو عظیم خطرے مول لے کر گھر والوں کو یہ جتانا چاہتا تھا کہ ان کا کوئی طرز عمل اتنا ناقابل برداشت ہے کہ اُس نے مجھے اس انتہائی سنگین اور مہلک احتجاج پر آمادہ

کردیا ہے۔ چنانچہ میرے بہن بھائی جب باری باری مجھے منا کر واپس گھر لے جانے کے لئے آتے تو اپنی تتلائی ہوئی زبان میں میرا ایک ہی جواب ہوتا، اور وہ یہ کہ: "چاہے جھتھ آ ئ، چاہے پھوتا تو، ہم تو یہیں پلے لہیں دے"۔ یعنی "چاہے کوئی سکھ آجائے، یا کوئی بچھو کاٹ لے، ہم تو یہیں پڑے رہیں گے"۔ آخر جب میرا یہ سنگین احتجاج کوئی بہن بھائی ختم نہ کرسکا، تو حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کو مداخلت کرنی پڑی، وہ تشریف لائے، مجھے گود میں لے کر پیار کیا، اور مجھے اٹھا کر گھر میں لائے، اور بظاہر اس کے بعد ہمارے مطالبات تسلیم کرلئے گئے۔

جاری ہے.......

☆☆☆

حدیث سوچ سمجھ کر نقل کریں!

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ وَالْمُغِيْرَةَ بْنِ شُعْبَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صلى الله عليه وسلم مَنْ حَدَّثَ بِحَدِيْثٍ يُرٰى اَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ (رواه مسلم)

ترجمہ : حضرت سمرہؓ بن جندب اور حضرت مغیرہؓ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایسی حدیث بیان کی جس کے بارے میں اس کا خیال ہے کہ یہ جھوٹ ہے (جھوٹی ہو سکتی ہے) تو وہ بیان کرنے والا خود جھوٹوں میں سے ایک ہے۔

اجمالی تشریح

حدیث شریف کا مقصد واضح ہے کہ کسی بھی حدیث کے نقل کرنے میں پوری احتیاط کرنی لازمی ہے جب تک کسی قول یا روایت کے حدیث ہونے کی تصدیق نہ ہو جائے اسے آگے نقل کرنا "کذب" میں داخل ہے اور یہ نقل کرنے والا بھی "کاذبین" میں شامل ہے جو سخت گناہ ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم
نائب رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی

اصلاح وایضاح

حضرت اقدس مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت کی عقیدت ومحبت بچپن سے دل میں جاگزیں ہے۔آپ ہمارے لئے مختلف حیثیتوں سے راہ نما ہیں۔علم وعمل دونوں حوالوں سے آپ کی کتابوں اور تحریرات سے استفادہ جاری رہتا ہے۔اسی لئے دل سے آپ کی صحت وعافیت اور لمبی زندگی کی دعا رہتی ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں جہانوں کی بھلائیاں عطا فرمائے، اور آپ کی دنیا وآخرت کی ضرورتوں کو پورا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی توفیق سے تدریس اور دارالافتاء میں کچھ کام کی شکل میں دین کی خدمت میسر آئی ہوئی ہے۔اسی سلسلہ میں گذشتہ سال سونے چاندی کے زیورات کی کرنسی نوٹوں کے عوض ادھار خرید وفروخت کے حوالے سے ایک سوال آیا۔ہمارے دارالافتاؤں بشمول جامعہ دارالعلوم کراچی سے عموماً یہ جواب دیا جاتا ہے کہ کہ ایسی صورت میں احد العوضین پر مجلس میں قبضہ ضروری ہے۔حضور والا کا فتاوی عثمانی میں فتوی بھی اسی کے موافق ہے۔اس جواب کے بارے میں دل میں کچھ سوالات پیدا ہوئے۔ان کے حل کے لئے کتب فقہیہ کی مراجعت کی تو معلوم ہوا کہ اس صورت میں زیورات کی تعیین کافی ہونی چاہئے۔احد العوضین پر قبضہ کی شرط ایک دوسری صورت کے بارے میں ہے۔اسی دوران حضور والا کی عظیم ونہایت مفید کتاب "فقہ البیوع" سے بھی استفادہ کیا تو بندہ کو خوشی ہوئی کہ حضور والا نے بھی مبسوط کے حوالہ سے تعیین مبیع کو کافی قرار دیا ہے۔

اس مسئلہ پر کتب فقہیہ، اکابر علماء کے فتاوی کی مراجعت اور مسلسل غور وفکر سے چند صفحات پر مشتمل ایک مختصر تحریر تیار ہوگئی۔جو حضرت کی خدمت میں ارسال ہے۔حضور والا سے مندرجہ ذیل امور میں رہنمائی کی درخواست ہے:

۱۔اب حضوروالا کا فتوی کس کے موافق ہے؟ فتاوی عثمانی کے موافق یا فقہ البیوع کے موافق؟

۲۔ بندہ کی یہ طالب علمانہ تحریروکاوش درست ہے؟ غلطیوں کی نشاندہی تربیت اور علمی ترقی کا باعث ہوگی

۔حضرت جی اگر منہج کی غلطی ہوتو اس سے متعلق بھی رہنمائی فرمادیں۔

آپ اکابر کے پاس بھیجنے کا مقصد اکابر کے علوم سے استفادہ ہے۔ اگرچہ آپ کے پاس وقت کی قلت ہوتی ہے، لیکن اس طالب علم کی ضرور رہنمائی فرمادیجئے گا تاکہ آئندہ اس طرح کے کاموں کی غلطیوں سے بچاجاسکے۔

محمد شہباز

آس اکیڈمی، رائیونڈ روڈ، اڈہ پلاٹ

نزد بیکن ہاؤسنگ سوسائٹی، لاہور

۲۶/۹/۲۰۱۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترمی ومکرمی،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط موصول ہوا، جس میں آپ نے فقہ البیوع اور فتاوی عثمانی کے درمیان ثمن عرفی کے بدلے سونے چاندی کی بیع میں قبضے کے سلسلے میں ایک تعارض کا ذکر کیا، دراصل فقہ البیوع میں ذکر کردہ مسئلہ زیورات سے متعلق ہے، جبکہ فتاویٰ عثمانی کا فتوی ذہب خالص کے بارے میں ہے، لہٰذا فقہ البیوع سے تعارض نہ ہوا۔البتہ یہ جواب اُس روایت پرمبنی ہے جس میں تبرکونقود کے حکم میں قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ حنفیہ کے ہاں اس بارے میں دو روایتیں ہیں۔ دوسری روایت یہ ہے کہ تبر تعیین کے سلسلے میں عروض کی طرح ہے۔ یعنی متعین بالتعیین ہوجاتا ہے۔اس روایت کے مطابق تبر میں بھی قبض احد البدلین ضروری نہ ہوگا، بلکہ تبر کی تعیین کافی ہوگی۔اور فقہاء کرام نے دونوں روایتوں میں تطبیق یہ دی ہے کہ جہاں تبر کو بطور ثمن استعمال کرنے کا رواج عام ہو وہاں اس کو نقود میں شمار کیا جائے گا، اور جہاں اسے ثمن کے طور پر استعمال عام طور سے نہ کیا جاتا ہو، تو

اس کا حکم عروض جیسا ہوگا۔ اس سلسلے میں فقہاء کرام کی عبارات درج ذیل ہیں:

فی المبسوط للسرخسی، کتاب الشرکة (١١/ ١٥٩)

قال :(ولا تصح الشركة بالعروض)، واعلم بأن الشركة بالنقود من الدراهم والدنانير جائزة، ولا تجوز الشركة بالتبر في ظاهر المذهب .وقد ذكر في كتاب الصرف أن من اشترى بتبر بعينه شيئا، فهلك قبل القبض لا يبطل العقد .فقد جعل التبر كالنقود، حتى قال: لا يتعين بالتعيين .فالحاصل أن هذا يختلف باختلاف العرف في كل موضع .فإن كانت المبايعات بين الناس في بلدة بالتبر؛ فهو كالنقود لا يتعين بالتعيين، ويجوز الشركة به، وإن لم يكن في ذلك عرف ظاهر؛ فهو كالعروض لا تجوز الشركة به، فإن كان التعيين مفيدا فيه، فهو معتبر، وإن لم يكن مفيدا لا يعتبر، كتعين الصنجان والقيمات.

وفي بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب البيوع، فصل في حكم البيع(٥/ ٢٣٥)

ولو تصارفا دينارا بدينار أو عشرة دراهم بعشرة دراهم أو دينارا بعشرة بغير أعيانها، وليس عندهما شيء من ذلك فاستقرضا في المجلس ثم تقابضا، وافترقا جاز؛ لأن الدراهم، والدنانير أثمان على كل حال فكان كل واحد منهما مشتريا بثمن ليس عنده لا بائعا، وأنه جائز إلا أنه لا بد من التقابض؛ لأنه صرف؛ ولو تبايعا تبرا بتبر بغير أعيانهما وليس عندهما شيء من ذلك ثم استقرضا قبل الافتراق فتقابضا ثم افترقا ففيه روايتان :ذكر في الصرف أنه يجوز، وجعله بمنزلة الدراهم والدنانير المضروبة، وذكر في المضاربة، وجعله بمنزلة العروض حيث قال :لا تجوز المضاربة فعلى هذه الرواية لا يجوز البيع، ويحتمل أن يوفق بين الروايتين بأن تحمل رواية كتاب الصرف على موضع يروج التبر فيه رواج الدراهم والدنانير المضروبة، ورواية كتاب المضاربة على موضع لا يروج رواجها.

وفيه أيضاً، كتاب المضاربة (٦/ ٨٢)

(وأما) تبر الذهب والفضة فقد جعله في هذا الكتاب بمنزلة العروض، وجعله في كتاب الصرف بمنزلة الدراهم والدنانير، والأمر فيه موكول إلى التعامل، فإن كان الناس يتعاملون

به فهو بمنزلة الدراهم والدنانير فتجوز المضاربة به، وإن كانوا لا يتعاملون به فهو كالعروض فلا تجوز المضاربة به.

وفي مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، كتاب الشركة (۱/ ۷۱۹)

(ولا تصح مفاوضة ولا عنان إلا بالدراهم أو الدنانير) باتفاق أصحابنا جميعا (أو بالفلوس النافقة) أى الرائجة (عند محمد ......(أو بالتبر) أى جوهر الذهب والفضة قبل ان يضربا وقد يطلق على غيرهما من المعدنيات كالنحاس والحديد وأكثر اختصاصه بالذهب، ومنهم من جعله في الذهب حقيقة وفي غيرها مجازا (والنقرة) أى القطعة المذابة من الذهب والفضة كما في المغرب، والمراد غير المضروبة فهي مستدركة بالتبر كما في القهستاني (إن تعامل الناس بهما) قيد به لأنه جعل في شركة الأصل والجامع الصغير أن التبر بمنزلة العروض فلم يصلح رأس مال الشركة والمضاربة وجعل في صرف الأصل كالأثمان حتى لا ينفسخ العقد بهلاكه قبل التسليم فيجوز الشركة به لأنهما خلقا ثمنين، وجه الأول وهو ظاهر المذهب أن الثمنية تختص بالضرب المخصوص لأنه عند ذلك لا يصرف إلى شيء آخر ظاهرا إلا أن يجرى التعامل باستعمالها ثمنا فينزل التعامل بمنزلة الضرب فيكون ثمنا ويصلح رأس المال.

اس معیار کے مطابق فتاوٰی عثمانی میں ترمیم کی ضرورت ہے۔ اور وہ یہ کہ اُس میں جو کہا گیا ہے کہ تبر تمام معاملات میں نقود کے حکم کی طرح ہے اور ذہب خالص کی بیع اگر نوٹوں سے کی جائے تو احد البدلین پر مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہے، ہمارے عرف کے لحاظ سے درست نہ رہا، کیونکہ تبر کو بطور ثمن استعمال کرنے کا رواج ہمارے ہاں نہیں ہے۔

بندہ آپ کا شکر گزار ہے کہ آپ کی وجہ سے مسئلے پر دوبارہ غور کرنے کا موقع ملا، اور اس کے نتیجے میں یہ تصحیح کی جارہی ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

والسلام

بندہ محمد تقی عثمانی

۱۸ رمحرم الحرام ۱۴۳۹ھ

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

چند بڑے گناہ

رشوت خوری کا گناہ

رشوت کی تعریف یہ ہے کہ ہر وہ کام جس کا معاوضہ لینا شرعاً درست نہ ہو اس کا معاوضہ لیا جائے، دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ جس کام کا کرنا آدمی کے فرائض میں داخل ہو اور اس کا پورا کرنا اس کے ذمہ لازم ہو اس کام کے کرنے پر معاوضہ لینا، یا جس کام کا چھوڑنا آدمی کے ذمہ لازم ہو اس کے کرنے پر معاوضہ لینا رشوت ہے (تفسیر معارف القرآن: ۳۹۷/۵)۔ اسلام میں رشوت لینا اور دینا دونوں ناجائز اور حرام ہے، اور حدیث شریف کی رُو سے رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں جہنم میں جائیں گے، اور دونوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

رشوت کی حرمت اور مذمت سے متعلق ذیل میں احادیثِ طیبہ ملاحظہ فرمائیں!

رشوت کی حرمت و مذمت کے متعلق چند احادیثِ طیبہ

حدیث نمبر ا

عن عبدالله بن عمرو قال لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الراشي والمرتشي

(سنن أبی داود۔۳۲۶/۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے اور دینے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (ابوداؤد)

حدیث نمبر ۲

عن أبی سلمة بن عبدالرحمن ، عن أبيه ، قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : الراشي والمرتشي في النار (مسند البزار۔۲۴۷/۳)

ترجمہ: حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اپنے والد حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں جہنم میں ہوں گے۔ (مسند بزار)

حدیث نمبر ۳

کل لحم انبته السحت فالنار اولی به قیل : وما السحت؟ قال : الرشوة فی الحکم "ابن جریر عن ابن عمر " (کنز العمال فی سنن الأ قوال والأ فعال۔۱۱۹/۶)

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر وہ گوشت جس کو سحت سے پرورش ملی ہو، جہنم کی آگ اس کی زیادہ مستحق ہے۔ پوچھا گیا کہ سحت کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: فیصلہ میں رشوت لینا دینا۔ (کنز العمال)

حدیث نمبر ۴

"لعن آخذ رشوة فی الحکم کانت سترا بینه وبین الجنة "... عن أنس ۔ (کنز العمال فی سنن الأ قوال والا فعال۔۱۲۰/۶)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ فیصلہ میں رشوت لینے والے پر لعنت کی گئی ہے، یہ پردہ تھا اس کے اور جنت کے درمیان۔ (کنز العمال)

مذکورہ بالا تمام احادیثِ مبارکہ سے رشوت کی مذمت اور بُرائی واضح ہوتی ہے، اس لئے ہر مسلمان کو رشوت کے گناہ سے بچنا ضروری ہے۔ اور جو مال رشوت کے طور پر لیا گیا ہے اس کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ اصل مالک کو واپس کرنا ضروری ہے، اور اگر کسی وجہ سے اصل مالک تک پہنچانا ممکن نہ ہو تو اس کی طرف سے صدقہ کرنا ضروری ہے۔

البتہ حضراتِ فقہاءِ کرامؒ نے فرمایا ہے کہ اگر اپنا "جائز اور ثابت شدہ حق" رشوت دیئے بغیر وصول کرنا ممکن نہ ہو تو مجبوری میں ظلم سے بچنے اور اپنی جان سے شر اور فساد کو دور کرنے کے لئے بھی رشوت دینے کی گنجائش ہے، لیکن دونوں صورتوں میں رشوت لینے والے کے لئے لینا بہر حال ناجائز اور حرام ہے۔

رشوت کی چند مروجہ صورتیں

رشوت کی متعدد صورتیں ہمارے معاشرے میں رائج ہیں، یہاں سب کا احاطہ مقصود نہیں ہے، البتہ چند مشہور ومعروف اور کثرت سے پائی جانے والی صورتیں لکھی جاتی ہیں:

ملازمت کے لئے رشوت دینا

رشوت دے کر نوکری حاصل کرنا ہمارے معاشرے میں بہت عام ہے، اور خصوصاً سرکاری ملازمت کے لئے رشوت لینے ودینے کا عمومی رجحان پایا جاتا ہے، حالانکہ عام حالات میں رشوت دے کر نوکری حاصل کرنا جائز نہیں ہے، اور سرکاری نوکری حاصل کرنا بھی کوئی لازم نہیں ہے، بلکہ روزگار کے دیگر جائز ذرائع بھی اختیار کیے جاسکتے ہیں۔ لہٰذا رشوت کے بغیر کوئی نوکری حاصل کرنی چاہئے۔

البتہ اگر تمام کوششوں کے بعد بھی رشوت دیئے بغیر کوئی جائز نوکری حاصل نہ ہو تو شدید مجبوری کی حالت میں یہ حکم ہے کہ اگر ملازم میں اُس ملازمت کی مکمل اہلیت اور صلاحیت موجود ہو، اور اس کے تقاضوں کے مطابق اُس نے مستند ادارے سے باقاعدہ تعلیم حاصل کرلی ہو، اور اُس کے پاس جعلی اور فرضی سندات نہ ہوں، بلکہ اصل سندات موجود ہوں جن کی بنیاد پر ملازمت ملنے کا استحقاق حاصل ہوگیا ہو، نیز اُس ملازمت کے علاوہ کوئی اور جائز روزگار بھی میسر نہ ہو، اور رشوت دیئے بغیر ملازمت نہ ملنے کی وجہ سے شدید تنگی ہورہی ہو، اور متعلقہ عملہ رشوت لئے بغیر نوکری پر تقرر نہ کرتا ہو تو ایسی صورت میں رشوت دینے کی گنجائش ہے، تاہم رشوت لینے والا گناہگار ہوگا، اور رشوت کا مال اس کے لئے حرام ہوگا۔

ٹریفک پولیس کو رشوت دینا

حکومت نے ٹریفک کے جو اصول وقوانین بنائے ہیں وہ عوام کی مصلحت اور ان کے فائدے کے لئے بنائے ہیں، اس لئے ان اصولوں کی پابندی عوام پر لازم ہے اور ان قوانین کی خلاف ورزی کرنا درست نہیں، لہٰذا اگر کوئی شخص ان قوانین کی خلاف ورزی کرے مثلاً کاغذات، لائسنس وغیرہ اپنے پاس نہ رکھے یا کوئی اور قانونی جرم کرے تو پولیس والے اس کا چالان کرنے کے پابند ہیں، اس صورت میں لوگوں کا پولیس والوں کو پیسے دے کر چالان معاف کروالینا رشوت ہے جس کا لینا اور دینا دونوں جائز نہیں، اور ڈرائیور اور پولیس والے دونوں گنہگار ہوں گے، البتہ اگر ڈرائیور کے پاس تمام قانونی کاغذات ہوں اور وہ گاڑی چلانے کے دوران کسی اور قانون کی خلاف ورزی بھی نہ کرے پھر بھی پولیس والے اس کو روک کر تنگ کرتے ہوں اور پیسوں کا مطالبہ کرتے ہوں اور پیسے لئے بغیر نہ چھوڑتے ہوں تو ایسی مجبوری کی صورت میں ان کے ظلم سے بچنے کے لئے رشوت دینے کا گناہ نہیں ہوگا، لیکن پولیس والے کے لئے یہ رشوت بہر حال حرام ہوگی اور وہ سخت گنہگار ہوگا۔

سرکاری ملازم کا اپنی ذمہ داری کا کام کرنے پر پیسے لینا

بعض سرکاری اداروں میں سرکاری ملازمین اپنی ذمہ داری کا کام کرنے پر لوگوں سے پیسوں کا مطالبہ کرتے ہیں، مثلاً شناختی کارڈ یا پاسپورٹ آفس وغیرہ میں، جبکہ وہ حکومت کی طرف سے اسی کام کے لئے ملازم رکھے جاتے ہیں اور انہیں اسی کام کی تنخواہ بھی ملتی ہے، لیکن اس کے باوجود وہ لوگوں کے کام کو ٹالتے رہتے ہیں اور پیسے لئے بغیر کام نہیں کرتے۔ اس صورت میں ان کا پیسے لئے بغیر کام نہ کرنا کام چوری ہے اور جو پیسے لئے جاتے ہیں وہ رشوت ہیں، اس سے اجتناب کرنا لازم ہے۔

عصری تعلیمی اداروں میں امتحان میں نقل کرنے اور پاس ہونے کے لئے رشوت دینا

دورانِ امتحان نقل کرنا شرعاً بھی ناجائز ہے اور قانوناً بھی جرم ہے، لیکن بعض اوقات امتحان میں نگرانی پر مامور حضرات طلبہ سے پیسے لے کر انہیں نقل کی اجازت دے دیتے ہیں، اور اگر کوئی طالبعلم امتحان میں نقل نہ کرسکے اور اسے فیل ہونے کا اندیشہ ہو تو وہ پرچوں کی چیکنگ کے دفتر میں پیسے دے کر اپنے اچھے نمبر لگوالیتا ہے۔ دونوں صورتوں میں پیسوں کا لین و دین رشوت میں داخل ہے اور ناجائز ہے۔

پلاٹ پر خلافِ قانون تعمیر کے لئے رشوت دینا

حکومت کا قانون ہے کہ پلاٹ کی تعمیر کے وقت مختلف اطراف میں حکومت کی طرف سے مقرر کردہ جگہ چھوڑنا ضروری ہے، اور ہمارے علم کے مطابق اس کا مقصد یہ ہے کہ ہوا کی آمدورفت رہے، دھوپ میسّر ہو، اور مکانات ایک دوسرے کے اتنے قریب نہ ہوں کہ ایک دوسرے کی آوازوں سے آرام اور دیگر امور میں خلل ہو، اور بے پردگی کے امکانات بھی کم سے کم ہوں وغیرہ، اور ظاہر ہے کہ یہ سب امور عوام کے فائدے کے لئے ہیں، اس لئے تعمیر کے وقت مصلحتِ عامہ کی خاطر بنائے گئے مذکورہ قانون کی پاسداری کرنا ضروری ہے۔ لیکن بعض ٹھیکیدار پلاٹ پر خلاف قانون تعمیر کی منظوری کے لئے حکومت کے لوگوں کو پیسے دے کر بلڈنگ بنالیتے ہیں، ایسا کرنا شرعاً جائز نہیں، یہ بھی رشوت ہے، جس میں لینے اور دینے والا دونوں گنہگار ہوں گے، کیونکہ حکومت کے وہ جائز قوانین جو مفادِ عامہ کی خاطر بنائے گئے ہوں ان کی خلاف ورزی جائز نہیں، اور ناجائز کام کے لئے رشوت

دینا بھی جائز نہیں۔

البتہ بعض ٹھیکیداروں کے کہنے کے مطابق اس قانون پر عمل کرنے میں بہت سی مشکلات ہیں، لہٰذا اگر واقعۃً عملی دشواریاں ہوں اور مذکورہ مقاصد، حکومت کی طرف سے متعینہ جگہ سے کم جگہ چھوڑنے کی صورت میں بھی حاصل ہو سکتے ہوں تو اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ حکومت کے ساتھ گفت وشنید کر کے کوئی ایسا قانون منظور کروایا جائے جس میں مصلحتِ عامہ کی بھی رعایت ہو اور ٹھیکیداروں کے لئے بھی قابلِ عمل ہو۔

شیلف مین کو مال فروخت کرنے کے لئے ہدیہ وغیرہ دینا

بعض بڑے بڑے اسٹوروں میں مختلف کمپنیوں والے اپنا مال فروخت کرنے کے لئے دیتے ہیں، اور اسٹور والے مال فروخت کرنے کے لئے شیلف مین رکھتے ہیں جو ان کے ملازم ہوتے ہیں، ان کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ کمپنیوں کے مال آگے شیلف میں رکھ کر فروخت کریں، اب بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ شیلف مین کسی کمپنی کا مال آگے شیلف میں نہیں رکھتے اور یہ کہہ کر مال واپس کر دیتے ہیں کہ آپ کی پروڈکٹ یہاں نہیں چلتی، جب کمپنی والے ان سے بات کرتے ہیں اور مال شیلف میں رکھنے کا کہتے ہیں تو وہ کچھ پیسوں کا یا ہدیہ کا مطالبہ کرتے ہیں، اور پیسے لے کر مال بکوا دیتے ہیں، جبکہ بعض اوقات اسٹور کے مالک کو بھی اس کا علم نہیں ہوتا۔ اس صورت میں شیلف مین کا ہدیہ کے نام سے کوئی گفٹ یا رقم لینا رشوت ہے جو ناجائز اور حرام ہے، کیونکہ وہ شیلف میں اپنے مالک کی طرف سے اس وقت اسی کام کے کرنے کا پابند ہے اور یہ کام اس کی ذمہ داری ہے اور اس کو اسی کام کی تنخواہ ملتی ہے، لہٰذا شیلف مین کا مال سپلائی کرنے والوں سے پیسے لے کر مال فروخت کروانا ایک تو رشوت ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، دوسرے اس میں مالک کے ساتھ دھوکہ دہی ہے، اور دھوکہ دہی بھی شرعاً ناجائز ہے

یونٹ کے تبادلے اور چھٹی کے لئے رشوت دینا

بعض سرکاری اداروں میں ملازمین کو ایک مقررہ مدت کے بعد ایک جگہ سے دوسری جگہ یا ایک یونٹ سے دوسرے یونٹ میں ٹرانسفر ہونا پڑتا ہے، اب بعض جگہیں ایسی بھی ہوتی ہیں جہاں رہنے میں ملازمین کے لئے (موسم کے اعتبار سے یا گھر سے دور ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے) سہولت نہیں ہوتی، اسی طرح بعض لازمی سروس والے اداروں میں چھٹی کے لئے ایک ترتیب ہوتی ہے، اس ترتیب کے مطابق یکے بعد دیگرے

ملازمین کو چھٹیاں ملتی ہیں، اب بعض ملازمین اپنے سینئر افسروں کو پیسے دے کر یونٹ کے تبادلے سے بچ جاتے ہیں یا جلدی چھٹی لے لیتے ہیں، حالانکہ خلاف ضابطہ کام کرنے پر اسے رشوت دینا ناجائز اور گناہ ہیں، جس سے اجتناب کرنا لازم ہے، البتہ اگر ضابطہ میں ملازم کا حق بنتا ہو مگر افسر رشوت لئے بغیر کام نہ کرتا ہو تو افسر کے لئے رشوت حرام ہی ہوگی، لیکن ملازم کے لئے قاعدہ اور ضابطہ کے مطابق کام کرانا جائز ہوگا اور مجبوری کی وجہ سے امید ہے کہ رشوت دینے کا گناہ نہ ہوگا۔

منگنی کے موقع پر لڑکے والوں سے رشتہ کے عوض پیسے لینا

بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ منگنی کے موقع پر لڑکے والوں سے رشتہ کے پیسے لئے جاتے ہیں اور لڑکی والے لڑکے والوں کو یہ رقم دینے پر مجبور کرتے ہیں، اس طرح رشتہ کے عوض رقم لینا رشوت ہے اور ناجائز ہے۔ اور بعض اوقات رواج کے تحت جہیز بنانے کے لئے اس رقم کا مطالبہ کرتے ہیں اور اس پر نکاح کو موقوف یا مشروط کرتے ہیں، یہ صورت بھی ناجائز ہے، چاہے ان کا مقصد اس سے لڑکی کے لئے جہیز تیار کرنا ہی ہو، کیونکہ کسی مسلمان کا مال اس کی طیب خاطر کے بغیر حلال نہیں، البتہ اگر لڑکے والے اپنی خوشی سے مطالبہ کئے بغیر کچھ رقم دیں، اور اس سے لڑکی والے لڑکی کی خواہش کے مطابق جہیز وغیرہ تیار کریں تو شرعاً یہ جائز ہے۔

آرڈر حاصل کرنے کے لئے فیکٹری کے ملازم کو رشوت دینا

کمپنیوں اور فیکٹریوں میں مال کی خرید وفروخت کا انتظام سنبھالنے کے لئے ملازم رکھے جاتے ہیں، جو پرچیز آفیسر اور مینیجر کہلاتے ہیں، کسی مال کی خریداری کا آرڈر دینا ہو تو وہی سارے معاملات کرتے ہیں، اب اس معاملہ میں بھی بددیانتی عام ہوگئی ہے کہ یہ لوگ اُسی پارٹی کا مال لیتے ہیں جو انہیں پیسے دے، اگرچہ وہ مال کمپنی / فیکٹری کے معیار کے مطابق نہ ہو، اور جو پیسے نہ دے اُس کا آرڈر ہی نہیں لیتے خواہ اُس کا مال معیاری ہو اور ریٹ بھی کم ہو۔ اس صورت میں مینیجر کا رقم لینا اور آرڈر لینے کے لئے اُسے رقم دینا رشوت ہے جو حرام ہے، نیز اس میں رشوت کے ساتھ ساتھ کمپنی کے ساتھ خیانت کا بھی گناہ ہے۔

غیر قانونی طریقہ سے حج وعمرہ ادا کرنے کے لئے رشوت

بعض لوگوں کے لئے حکومت کی طرف سے حج وعمرہ کی پابندی ہوتی ہے، مثلاً وہ پاکستانی جو سعودی عرب میں کام کرتے ہیں، اسی طرح جن کا اقامہ مدینہ منورہ، جدہ یا ریاض کا ہے، ان کے لئے حکومت کے قانون کی

پاسداری لازم ہے، اس طرح اگر وزٹ ویزہ، بزنس ویزہ اور تعلیمی ویزہ پر جانے والوں کے لئے حج / عمرہ کرنا قانوناً منع ہو تو انہیں بھی اس ویزہ پر حج / عمرہ نہ کرنا چاہئے، کیونکہ یہ طے شدہ معاہدہ کی خلاف ورزی ہے، لیکن بعض اوقات کچھ لوگ تعلقات اور رشوت کا سہارا لے کر چوری چھپے چلے جاتے ہیں، اس صورت میں بھی غیر قانونی کام کے لئے رشوت دینا اور لینا دونوں ناجائز ہیں، بلکہ اس میں دو خرابیاں ہیں:

۱۔ قانون کی خلاف ورزی ۲۔ رشوت کا لین دین۔ اس لئے اس سے بھی بچنا ضروری ہے۔

چیک پوسٹ پر ٹیکس سے بچنے کے لئے رشوت دینا

مال والی گاڑیوں کا حکومت کی طرف سے ٹیکس مقرر ہے، اور اسے چیک پوسٹ پر ٹیکس کی ادائیگی کرنی ہوتی ہے، اور حکومت ٹیکس کی رقم عوام کی سہولیات میں استعمال کرتی ہے، مثلاً ندی، نالوں، دریاؤں پر پُل بنانا، پکی سڑکیں بنانا، ملک وملت کی حفاظت کے لئے فورسز متعین کرنا وغیرہ، ان سب کے اخراجات حکومت ٹیکس اور دیگر آمدنی سے ادا کرتی ہے، اس لئے یہ ٹیکس ادا کرنا چاہئے۔ لیکن بعض لوگ چیک پوسٹ کے اسٹاف کو کچھ رقم دیدیتے ہیں اور مکمل ٹیکس کی ادائیگی نہیں کرتے، اور اسٹاف کے لوگ بھی یہ رقم حکومت کے خزانہ میں جمع کرنے کے بجائے خود رکھ لیتے ہیں۔ اس صورت میں ٹیکس کے بدلے رشوت کا لینا اور دینا دونوں ناجائز ہے، اور لینے اور دینے والا دونوں گنہگار ہیں۔

امپورٹ ایکسپورٹ کے کاروبار میں کسٹم ڈیوٹی سے بچنے کے لئے رشوت دینا

امپورٹ اور ایکسپورٹ کے کاروبار میں جب مال درآمد یا برآمد کیا جاتا ہے تو قانوناً مختلف ڈیوٹیز کی ادائیگی کرنی ہوتی ہے، ایکسپورٹ کے معاملہ میں چونکہ حکومت خود حوصلہ افزائی کرتی ہے اس لئے اس پر کوئی خاص محصولات عائد نہیں کرتی، لیکن امپورٹ کی صورت میں ٹیکسز اور ڈیوٹیز زیادہ ہوتی ہیں، اب بعض تاجر ڈیوٹیز سے بچنے کے لئے انڈر انوائسنگ کرتے ہیں یعنی اشیاء کی قیمت کم ظاہر کرتے ہیں، لیکن کسٹم افسران کو رشوت دیئے بغیر انڈر انوائس کے مطابق ڈیوٹی دینا عموماً ممکن نہیں ہوتا، کیونکہ قانوناً کسی کے لئے انڈر انوائسنگ کی اجازت نہیں ہے۔ لہٰذا اس صورت میں رشوت دے کر انڈر انوائسنگ کرنا ناجائز ہے، بلکہ صحیح انوائس کے مطابق ہی کام کرنا ضروری ہے۔

امپورٹ شدہ مال کسٹم سے مال کلیئر کروانے پر رشوت دینا

اسی طرح امپورٹ یعنی باہر سے کوئی مال منگوانے میں قانوناً اس مال کو کسٹم سے کلیئر کرانا ضروری ہوتا ہے، اور بعض اوقات کسٹم افسران رشوت لئے بغیر اس مال کو کلیئر نہیں کرتے۔ اس کی وجہ کبھی تو قانون کی خلاف ورزی ہوتی ہے، یعنی امپورٹر نے مال منگوانے میں قانونی تقاضے پورے نہیں کئے ہوتے، اور کبھی افسران کی رشوت خوری کی عادت کی وجہ سے مال کلیئر نہیں ہو پاتا، اس صورت میں شرعی لحاظ سے حکم یہ ہے کہ اگر امپورٹر نے باہر مال منگوانے کے قانونی تقاضے پورے نہ کئے ہوں اور اپنے جرم پر پردہ رکھنے کے لئے افسران کو رشوت دے کر مال کلیئر کروائے تو اس کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں، اسے رشوت دینے اور افسران کو رشوت لینے کا گناہ ہوگا۔ البتہ اگر قانون کے مطابق سامان لایا جائے پھر بھی کسٹم والے ظلماً روکتے ہوں اور بلاوجہ تنگ کر کے رشوت لیتے ہوں تو اپنا مال بچانے اور ان کے ظلم سے بچنے کے لئے رشوت دینے کی گنجائش ہے، لیکن رشوت لینے والے بہر حال گنہگار ہوں گے، اور ان کے لئے رشوت کا مال حلال نہیں ہوگا۔

کرایہ دار سے پگڑی اور رسید بدلائی کی رقم لینا

آج کل یہ معاملہ بھی بکثرت رائج ہے کہ مالک اپنا مکان یا دوکان کسی کو کرایہ پر دیتے وقت کرایہ دار سے یکمشت کچھ رقم لیتا ہے جس کو پگڑی کہتے ہیں، اور ماہانہ کرایہ الگ ہوتا ہے، اسی طرح جب ایک کرایہ دار وہ مکان / دوکان خالی کر کے کسی دوسرے کو دینا چاہے تو وہ دوسرے کرایہ دار سے پگڑی کی رقم لیتا ہے، اور کرایہ دار تبدیل ہونے کے موقع پر جب اس مکان یا دوکان کی رسید دوسرے کرایہ دار کے نام پر بنائی جاتی ہے تو مالک رسید بدلائی کے نام سے کچھ رقم لیتا ہے۔ شرعی لحاظ سے پگڑی اور رسید بدلائی کی رقم رشوت ہے، جس کا لینا دینا ناجائز ہے۔

یہ چند معروف اور کثیر الوقوع صورتیں لکھی گئی ہیں، اس کے علاوہ اور بھی متعدد معاملات میں رشوت خوری کا بازار گرم ہے، اس لئے اپنے مالی معاملات میں قدم قدم پر مستند علماء اور مفتیانِ کرام سے مشاورت کرنی چاہئے تاکہ رزق حلال اور اس کی برکتیں حاصل ہوں۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

حضرت مولانا سحبان محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ
سابق شیخ الحدیث و ناظم اعلیٰ جامعہ دار العلوم کراچی

درس حدیث

خلقِ خدا کے ساتھ نرمی و مہربانی کرنے کا حکم

الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ... اما بعد!

عن عائشة، رضی الله عنها، قالت قال رسول الله، صلی الله علیه وسلم،

ان الرفق لایکون فی شیئ الا زانه ولاینزع من شیئ الا شانه (رواہ مسلم)

یعنی مسلم شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ، رضی اللہ عنہا، سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:" نرمی جس چیز میں ہوتی ہے تو اس کو خوبصورت اور مزیّن بنادیتی ہے اور جس چیز سے الگ کرلی جائے اس کو بدنما اور بھدّ ا بنادیتی ہے"۔

"رفق" کے معنی نرمی کے آتے ہیں، لیکن قرآن وحدیث میں اس کا مفہوم اس قدر وسیع ہے کہ انسان کی زندگی کا کوئی گوشہ اس سے خارج نہیں ۔ اپنی ذات، اہل وعیال، عزیز واقارب، دوست وآشنا حتیٰ کہ دشمن اور جانور تک اس کے مستحق ہیں کہ اِن کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے، سختی اور سخت گیری کو چھوڑ کر سہولت اور نرمی اختیار کی جائے ۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حکم بھی ہے، اور نرمی اختیار کرنے والے کے حق میں اس کی عزت ووقار میں ترقی کا ذریعہ بھی ۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک نام حدیث شریف میں "رفیق" یعنی نرمی ومہربانی کرنے والا، آیا ہے ۔ بلکہ نرمی کرنے والے سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس پر اچھے اور خوشگوار نتائج کا وعدہ بھی ہے ، چنانچہ ابوداؤد شریف وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم، صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا:

ان الله رفیق یحب الرفق ویعطی علیه مالا یعطی علی العُنف، یعنی اللہ تعالیٰ رفیق ہے، یعنی اپنے تمام بندوں بلکہ تمام مخلوق پر نرمی ومہربانی کرنے والا ہے، اور اپنے بندوں سے اسی وصف کو پسند فرماتا ہے، اور اس

نرمی کے ایسے اچھے نتائج ظاہر فرماتا ہے، جو سخت گیری سے حاصل نہیں ہو سکتے، یہ وصف اور خوبی اللہ تعالیٰ کو اس قدر پسند ہے کہ حضرات انبیاء کرام، علیہم الصلوٰۃ السلام، کی فطرتِ پاکیزہ میں رفق ونرمی کا جوہر، کامل طریقہ سے ہوتا ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ ان کو دعوت وتبلیغ وغیرہ کے مواقع میں مزید اس کی تاکید فرمادیتا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں حضرت ابراہیم، علیہ السلام، کی فطرت میں رفق ونرمی کا جوہر اس طرح بیان فرمایا کہ: " اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ "(هود: ۷۵)، یعنی ابراہیم، علیہ السلام، بردبار، بڑے نرم دل اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے تھے، سید الانبیاء حضور اقدس، صلی اللہ علیہ وسلم، کی شان میں ارشاد فرمایا کہ: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ، وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ،(آل عمران:۱۵۹) یعنی آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے اُن کے لئے نرم دل ہوگئے، اور اگر آپ اکھڑ مزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے تتر بتر ہوجاتے، اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ نرم خوئی اختیار کرنے والے سے لوگ نہ صرف محبت کرنے لگتے ہیں بلکہ اس کے ہمنشین اور ساتھی بن جاتے ہیں، جب کہ بدمزاجی، اُجڈ پن اور سخت دلی لوگوں کی نفرت اور ان کے دور بھاگنے کا سبب ہیں۔ بالخصوص مقام دعوت وتبلیغ میں اس کے اہتمام کی خوب تاکید کی گئی ہے، چنانچہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون، علیہما السلام، کو جب فرعون جیسے سرکش، خدائی کا دعویٰ کرنے والے اور اپنی طاقت وقوت کے گھمنڈ میں غرق شخص کو تبلیغ کرنے کے لئے بھیجا گیا تو اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمائی فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى (طٰہٰ:۴۴) یعنی تم دونوں اُس سے نرم بات کہنا، شاید وہ نصیحت حاصل کرلے یا اللہ تعالیٰ سے ڈر جائے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ تبلیغ ودعوت میں کامیابی کی پہلی شرط نرمی اختیار کرنا ہے۔ کیونکہ یہ وہ خوبی ہے جو دلوں میں انقلاب پیدا کرسکتی ہے۔۔۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ سرور کونین، صلی اللہ علیہ وسلم، کو کیسا کیسا ستایا گیا لیکن آپ نے نرم خوئی کو نہیں چھوڑا، بلکہ اپنے ستانے والوں کو دعاؤں سے نوازا۔

؎ سلام اس پر کہ جس نے گالیاں کھا کر دعائیں دیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور اکرم، صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا کہ: اللہ کی راہ میں جتنا مجھے ستایا گیا ہے، کسی نبی کو اتنا نہیں ستایا گیا۔ لیکن آپ نے ہمیشہ اپنے دشمنوں سے بھی نرمی اور فراخدلی کا معاملہ فرمایا۔ آپ کے رفق ونرمی کا یہ کمال تھا کہ جہاد کے علاوہ آپ نے نہ کسی دشمن کو مارا، نہ کسی بچے، عورت یا غلام کو، حقیقت یہ ہے کہ حلم وبردباری، معافی ودرگزر اور چشم پوشی وخوش اخلاقی کے مجموعہ سے جو جوہر حاصل ہوتا ہے وہ رفق ونرمی ہے، لہٰذا ہر وہ

بات، وہ معاملہ، وہ برتاؤ اور وہ چیز جس میں نرمی پائی جاتی ہو، باعثِ زینت، اور اس کا نہ ہونا باعثِ عیب ہوگا۔ اسی لئے مسلم شریف کی دوسری حدیث میں ہے کہ حضور اکرم، صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا: **من یحرم الرفق یحرم الخیر کله**، یعنی جو شخص نرمی سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا، ایک اور حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ: تین باتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ ہوں گی تو اللہ تعالیٰ اپنا سایہ رحمت اس پر پھیلائے گا اور اس کو جنت میں داخل فرمائے گا (۱) کمزور کے ساتھ نرمی کرنا (۲) ماں باپ کے ساتھ مہربانی کرنا اور (۳) غلام کے ساتھ بھلائی اور احسان کرنا۔

بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ یہودیوں کی ایک جماعت حضور اکرم، صلی اللہ علیہ وسلم، کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ "السام علیکم" یعنی "سلام" کے بجائے "سام" کہا جس کے معنی موت ہیں، اب مطلب یہ ہوگیا کہ تم کو موت آئے، حضرت عائشہؓ جو بڑی سمجھدار تھیں فوراً سمجھ گئیں کہ ان بدبختوں نے بددعا کی ہے، لہٰذا حضرت عائشہؓ نے اس کا جواب دیا کہ "علیکم السام واللعنة"، یعنی تم کو ہی موت آئے اور تم پر لعنت ہو، حضور، صلی اللہ علیہ وسلم، نے سنا تو حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ: اے عائشہؓ ذرا ٹھہر جاؤ! اللہ تعالیٰ تمام کاموں میں نرمی کو پسند کرتا ہے، انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! انہوں نے جو کچھ کہا کیا آپ نے نہیں سنا؟ فرمایا کہ میں نے بھی ان کو جواب میں صرف "علیکم" کہا تھا، یعنی تم پر۔ حضور، صلی اللہ علیہ وسلم، کے اس جواب میں یہ کمال ہے کہ بات وہی ہوئی جو حضرت عائشہؓ نے کہی تھی، مگر اس میں سختی کا نام و نشان بھی نہیں۔ پھر ہے اس انداز سے کہ اگر مخاطب ذرا بھی سوچے تو دل میں خود بخود شرمندہ ہو جائے۔

نرم برتاؤ کا تعلق سب سے پہلے اپنی ذات سے ہے، کہ اپنے جسم سے ناقابلِ برداشت مشقت لینا، یا اس کو بلاوجہ بھوک، پیاس اور بیداری کی اذیتوں میں مبتلا رکھنا، یا گرمی وسردی کا لباس ہوتے ہوئے اس کو موسم کے رحم وکرم پر چھوڑ دینا کسی طرح پسندیدہ بلکہ جائز نہیں، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے رہبانیت اور جوگ بھرنے کی اجازت نہیں دی، حدیث شریف میں ہے کہ ایک صحابی حضرت عثمان بن مظعونؓ نے رات بھر نمازیں اور دن میں روزے رکھنے پر جب عمل کیا تو آپ نے اپنی ناراضی کا اظہار فرمایا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے جب ایسا ہی عمل شروع کیا تو آپ نے ان کو بلا کر منع فرماتے ہوئے فرمایا: **ان لبد نک علیک حقا وان لعینیک علیک حقا** ۔ یعنی تمہارے بدن کا بھی تمہارے اوپر حق ہے کہ اس کو آرام پہنچاؤ اور تمہاری آنکھوں کا

بھی تم پر حق ہے کہ ان کو اپنی نیند پوری کر لینے دو۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی جسمانی صحت کی حفاظت کرنا اسلام میں نوافل ادا کرنے پر مقدم ہے۔

اسی طرح بندۂ مؤمن پر لازم ہے کہ وہ اپنی روح کے ساتھ بھی نرمی کا معاملہ کرتا رہے کہ جن چیزوں سے روح کو آسودگی اور راحت حاصل ہوتی ہو ان کا اہتمام کرے اور جن سے اس کو نقصان پہنچتا ہو، ان سے بچنے کی کوشش کرے کیونکہ جسم سے زیادہ روح کا حق ہے، کہ جسم تو چند روز کا ساتھی ہے لیکن روح ہمیشہ رہے گی۔ روح کی راحت وآسودگی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے، لہٰذا اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔

پھر رفق ونرمی کا تعلق اپنے والدین سے ہے، اور ان کے بارے میں تو قرآن کریم نے ہی واضح طور پر حکم دیا ہے کہ والدین کے ساتھ انتہائی نرمی اور عاجزی کا معاملہ کیا جائے، نہ زبان سے کوئی ذرا سا سخت کلمہ حتیٰ کہ اُف بھی ان سے نہ کہا جائے نہ کسی اور طریقہ سے ان کے ساتھ سختی یا ترشروئی کا برتاؤ کیا جائے، چنانچہ ارشاد فرمایا: فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْ هُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا، وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ،(بنی اسرائیل :۲۳،۲۴) یعنی سو اپنے والدین کو اونہ بھی نہ کہو، نہ ان پر خفا ہو اور ان سے نہایت ادب سے بات کرو، اور ان کے لئے اپنی اطاعت وفرمانبرداری کا بازو محبت سے جھکا دو۔ حقیقت یہ ہے کہ سب سے زیادہ نرمی اور محبت کے مستحق والدین ہی ہیں، اس لئے قرآن کریم نے بڑے بلیغ انداز میں اس کو بیان کیا ہے۔

پھر انسان کا تعلق اپنی بیوی اور اولاد سے ہوتا ہے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ بھی لطف ومہربانی کا معاملہ کرنے کی تاکید فرمائی ہے، چنانچہ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تمہارے اوپر تمہاری بیوی کا حق یہ ہے کہ ان کے کھانے پینے اور کپڑے وغیرہ میں ان کے ساتھ اچھا اور نرم برتاؤ کرو۔ دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا کہ تم میں اچھے اخلاق والے وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا معاملہ کریں ۔قرآن کریم میں اہل وعیال کی غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، ارشاد ہے: وَإِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ . (التغابن : ۱۴)'' یعنی اگر تم ان کی غلطیوں کو معاف کر دو اور درگذر کرو اور ان کی لغزشوں کی پردہ پوشی کرو تو (یہ اچھا ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ بھی غفور رحیم ہے''۔

اس کے بعد درجہ بدرجہ رشتہ داروں کے ساتھ نرمی اور حسن سلوک کا معاملہ ہے، اور احادیث میں اس کی تاکید بھی آئی ہے اور ترغیب بھی، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے کچھ رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں ان سے ملتا ہوں وہ کٹتے ہیں، میں ان سے حسن سلوک کرتا ہوں وہ بدسلوکی سے پیش آتے ہیں، میں ان کے ساتھ بھلائی کرتا ہوں وہ بدی کرتے ہیں اور وہ مجھ سے جاہلانہ باتیں کرتے ہیں لیکن میں برداشت کرتا ہوں، تو آپ نے فرمایا اگر یہ ایسا ہی ہے جیسا تم کہتے ہو تو تم ان کے منہ میں گرم راکھ بھر رہے ہو اور جب تک تمہاری یہ حالت رہے گی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری مدد ہوتی رہے گی۔۔۔ ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنی عمر میں برکت اور رزق میں وسعت کا طلبگار ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ حسن سلوک اپنے رشتہ داروں کے ساتھ کرتا رہے۔۔۔ اس کے بعد عام مسلمانوں بلکہ تمام انسانوں حتیٰ کہ جانوروں کے ساتھ بھی نرمی کا . تاؤ کرنے کی احادیث کثرت سے آئی ہیں۔

لیکن بعض مواقع وہ ہیں جہاں رفق ونرمی کا معاملہ کرنا سنگین قسم کے فساد اور شدید خطروں کا سبب ہوسکتا ہے، ایسے موقعوں پر اسلامی تعلیم سخت گیری اور سختی سے معاملہ کرنے کی ہے۔ اور یہ وہ مواقع ہیں جہاں حدود شریعت اور قانون الٰہی کو پامال کیا جارہا ہو، یا کوئی قومی، اور معاشرتی مصلحت اس کا تقاضا کرتی ہو۔ چنانچہ کفار ومشرکین کے شر کو روکنے اور ان کی سازشوں کا قلع قمع کرنے کے لئے ان پر پوری سختی کی جائے گی۔ اسی طرح جب معاشرہ میں چور، ڈاکو، رہزن اور مفسد عناصر فساد پھیلانے پر تل جائیں تو ایسے وقت نرمی کا معاملہ کرنا قومی مصلحت کے خلاف ہوگا۔ اس لئے سخت گیری ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیک عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

☆☆☆

چند درسی مطبوعات
خوشخبری
مکتبۃ الاسلام کراچی سے شائع ہونے والی درج ذیل چند درسی مطبوعات جو عام فہم اسلوب، آسان طرز اور ضروری مباحث پر مشتمل ہونے کی بناء پر متعلقہ درجہ کے طلباء کے لئے انتہائی مفید ہیں اور کتاب کے حل کے لئے کافی ہیں۔
1
تقریب النووی کی آسان شرح
ترمیم شدہ جدید ایڈیشن
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم
2
مقدمہ مشکوۃ کی آسان شرح
ترمیم شدہ جدید ایڈیشن
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم
3
مشکوۃ المصابیح
کی آسان شرح
ترمیم شدہ جدید ایڈیشن
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم
4
شرح نخبۃ الفکر
کی آسان شرح
ترمیم شدہ جدید ایڈیشن
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم
5
آسان فلکیات
ترمیم شدہ جدید ایڈیشن
پیش لفظ
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم
تالیف: مولانا اعجاز احمد صمدانی صاحب
6
عصر حاضر کے جدید اسلوب پر جامع ترین شرح
دروس مقامات
پیش لفظ
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم
تالیف
ناشر
مکتبۃ الاسلام کراچی
الہی فلور ملز، کورنگی انڈسٹریل ایریا کراچی
موبائل: 0300-8245793
ای میل: Shahidflour68@gmail.com

تحریر: حضرت مولانا رشید اشرف سیفی صاحب مدظلہم

مالیات اور مدارس

(چوتھی اور آخری قسط)

اساتذہ وکارکنان کی رخصتوں اور تعطیلات کے ضوابط ومعاوضے

اساتذہ وکارکنان آزمائشی بھی ہوتے ہیں مستقل بھی، ان کی رخصتوں اور تعطیلات کے علیحدہ علیحدہ ضوابط ہوتے ہیں:

مثلاً آزمائشی (خواہ استاذ ہو یا کارکن) کی ہر قسم کی رخصت پر تنخواہ وضع کی جاتی ہے چاہے رخصتِ اتفاقی ہو یا رخصتِ علالت۔

مستقل اساتذۂ کرام کی رخصتِ علالت پورے سال میں مجموعی طور پر ایک ماہ کی ہوسکتی ہے، ایسی صورت میں تنخواہ کی کٹوتی نہ ہوگی، رخصتِ علالت ایک ماہ سے بڑھنے پر نصف معاوضہ کے ساتھ ہوگی، اگر خدانخواستہ رخصتِ علالت دو ماہ سے تجاوز کر جائے تو زائد عرصہ کی رخصت بلا معاوضہ ہوگی۔

مستقل اساتذہ کو پورے سال میں کل پندرہ (۱۵) یوم رخصتِ اتفاقی کا استحقاق ہوگا اور رخصت کے ان ایام کی انہیں پوری تنخواہ ملے گی اس سے زائد رخصت پر اضافی ایام رخصت کی تنخواہ وضع کی جائیگی۔

مستقل کارکنان کو سال بھر میں ایک ماہ کی رخصتِ علالت اور ایک ماہ کی رخصتِ اتفاقی با تنخواہ کا استحقاق ہوگا، اس سے زائد پر تنخواہ وضع کی جائے گی۔

جن ملازمین سے معاہدہ یومیہ کی بنیاد پر ہوان کو یومیہ ہی کی بنیاد پر تنخواہ کی ادائیگی ہوگی یعنی ایسے ملازمین کو صرف ان ایام کا معاوضہ دیا جائیگا جن ایام میں انہوں نے حاضر ہوکر کام کیا ہو لہٰذا انہیں جمعہ وغیرہ کسی بھی تعطیل کے دن کا معاوضہ نہیں دیا جائیگا۔

جن ملازمین کا تقرر لازمی سروس کے طور پر کیا گیا ہو مثلاً امامِ مسجد، مؤذنِ مسجد، خادمِ مسجد، ذمہ دارِ استقبالیہ، مطبخ کا عملہ، مالی، چوکیدار وغیرہ ان کو سال بھر میں ایک ماہ کی رخصتِ علالت اور پندرہ یوم کی رخصتِ اتفاقی بامعاوضہ کا استحقاق ہوگا البتہ ان کے ذمہ لازم ہوگا کہ وہ ایام تعطیل میں بھی حاضری دیں، ایامِ تعطیل میں حاضر ہونے پر ان ایام کا دگنا معاوضہ دیا جائیگا، نیز سالانہ جتنے ایام کی رخصتِ اتفاقی کا انہیں استحقاق ہے اگر پورا سال گذرنے پر انہوں نے اپنے استحقاق کو کلاً یا بعضاً استعمال نہیں کیا تو ان ایام کا انہیں اضافی معاوضہ (کلاً یا بعضاً ملحوظ رکھتے ہوئے) دیا جائیگا۔

جز وقتی اساتذہ اوران کے احکام:

کل وقتی اساتذہ کے عام طور پر چھ یا پانچ گھنٹے ہوتے ہیں۔

جو جز وقتی استاذ چار گھنٹے دیتا ہے، تعطیلاتِ کلاں، رخصتِ اتفاقیہ اور رخصتِ علالت کے بارے میں اس پران ہی ضوابط کا اطلاق ہوگا جو کل وقتی اساتذہ کیلئے طے شدہ ہیں۔

جو جز وقتی استاذ تین گھنٹے دیتا ہے تو وہ تعطیلاتِ کلاں اور رخصتِ علالت ورخصتِ اتفاقیہ کی مقررہ مدت کی نصف مدت کا مع تنخواہ کا مستحق سمجھا جائیگا۔

اگر کوئی جز وقتی استاذ تعلیمی ادارے کو صرف دو گھنٹے دیتا ہے تو وہ تعطیلاتِ کلاں ورخصتِ علالت واتفاقیہ مع تنخواہ کا مستحق نہ ہوگا۔

واضح رہے کہ جن اساتذہ کا تقرر ہمہ وقتی اور اصالۃً تعلیمی ادارے کیلئے ہو مگر کسی حکمت ومصلحت یا عارض کی بناء پر ادارے نے ان کو کچھ وقت کا استثناء دے رکھا ہو تو ظاہرا جز وقتی ہونے کے باوجود انہیں کل وقتی استاذ کی حیثیت دی جاسکتی ہے، یہ فیصلہ مہتمم کی صوابدید پر ہوسکتا ہے۔

مصارفِ مطبخ:

تعلیمی اداروں کے اموال (نقود ہوں یا دوسرے اموال) کا ایک بڑا حصہ مطبخ ومطعم پر خرچ ہوتا ہے، اس شعبہ پر بھی خصوصی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے، اس لئے کہ اس میں بدعنوانی کے بھی بہت سے راستے ہوتے ہیں اور بدسلیقے پن کی بناء پر بہت سے اموال کے ضیاع کے امکانات اور اندیشے ہوتے ہیں۔

دونوں جہتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اہتمام اور فکر کی ضرورت ہے نیز اس کی بھی بڑی اہمیت ہے کہ ناظم مطبخ ایسا آدمی ہو جو تعلیم یافتہ، تجربہ کار، دیانت دار، سلیقہ مند، قابلِ اعتماد ہونے کے ساتھ صفائی پسند، ادارہ اور طلبہ کا ہمدرد وخیر خواہ ہو، اسی طرح کوشش کی جائے کہ مطبخ ومطعم کا بقیہ عملہ بھی اپنی اپنی لائن میں تجربہ کار، سلیقہ مند، نمازی اور دیانت دار ہو۔

مناسب ہے کہ مدرسہ کے وسائل کو دیکھتے ہوئے مطبخ کا ہفتہ بھر کا مینو تیار کر کے ہمیشہ اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

مینو اگر تیار شدہ ہو تو متعدد جہات سے اموال کے ضیاع سے حفاظت ہوتی ہے۔

مینو کا ایک نمونہ:

نمبر شمار	دن	صبح	شام
۱	ہفتہ	آلو گوشت	دال (کوئی بھی)
۲	اتوار	دال ماش یا چنے	گوشت

نمبر شمار	دن	صبح	شام
۳	پیر	لوکی گوشت	دال
۴	منگل	دال یا انڈا چنا	دال
۵	بدھ	مکس سبزی	پلاؤ یا بریانی
۶	جمعرات	آلو گوشت	سبزی
۷	جمعہ	گوشت	دال

نوٹ: گوشت سے مراد نہاری، کڑاہی، قیمہ، قورمہ وغیرہ ہیں۔

پچھلے صفحات میں تعلیمی ادارے کی نسبت سے اسٹور کا ذکر آچکا ہے، جس میں ہر آنے والے سامان کا اندراج ہوتا ہے اور وہیں سے اس کا اجراء ہوتا ہے، سامان چاہے زکوۃ، عطیہ وغیرہ کی صورت میں آیا ہو چاہے خریدا گیا ہو، تعلیمی ادارے کے مرکز کا ہو یا اس کے کسی شعبہ کا۔

مطبخ کی ضروریات کی نسبت سے مناسب ہے کہ مطبخ کا ایک علیحدہ اسٹور ہو جو مطبخ کی حدود میں ہو یا اس کے قریب ہو البتہ یہ ادارے کے مرکزی اسٹور کے تابع ہو، مطبخ کے اس اسٹور کی چابیاں بھی مرکزی اسٹور کے ذمہ دار کے پاس ہوں، یہ ہر دو اسٹور محاسبی کی نگرانی میں ہوں۔

ڈیمانڈ فارم پر ناظم مطبخ یا اس کے نائب/معاون کی طلب پر اس اسٹور سے سامان کا حسبِ ضرورت اجراء ہو۔

مطبخ کا علیحدہ اسٹاک رجسٹر ہونا چاہئے جس میں آمد وصرفِ اشیاء کا تسلی بخش واضح اندراج ہو۔

اسٹاک رجسٹر مطبخ کا ایک نمونہ:

اسٹاک رجسٹر مطبخ (ادارہ کا نام) صفحہ نمبر ......

اشیاء کا نام ....

آمد اشیاء				صرف اشیاء		باقی مانده
تاریخ	تفصیل اشیاء	رسید/کیش میمو	مقدار	نمبر ڈیمانڈ فارم از مطبخ	مقدار	

تعلیمی ادارے کے مہتمم یا انتظامیہ کی اجازت کے بعد مطبخ ضرورت و مصلحت کے تحت، کارکنانِ مدرسہ کو اگر کوئی چیز فروخت کرے تو اس کے چالان نمبر کا ریکارڈ میں اندراج ضروری ہے اور اس قسم کی فروختگی استقبالیہ یا خارجِ مطبخ دفتر کے واسطے سے بے غبار اور مستحکم طریقے سے ہونی چاہئے۔

مصارفِ تعمیر و مرمت

تعمیرات و مرمت ایک ایسا کام ہے جس میں خطیر رقومات تیزی سے صرف ہوجاتی ہیں اس کام کا براہِ راست محترم مہتمم صاحب کی خصوصی نگرانی میں یا تعلیم یافتہ، دیانت دار، تجربہ کار، محنتی، سلیقہ مند، باذوق ناظمِ تعمیرات کی نگرانی میں ہونا ضروری ہے۔

ہر دو حضرات کو ان کاموں میں بہتر سے بہتر آرکیٹیکٹ کی بھی ضرورت ہوگی اور قدم قدم پر ہنرمند، تجربہ کار افراد اور نیک نام، نامور پارٹیوں کی بھی؛ جن سے فائدہ اٹھایا جانا ضروری ہوگا تاکہ مال کے ضیاع کے اندیشوں سے بچا جاسکے۔

جن افراد یا اداروں سے کام مطلوب ہو وہ ایسے ہونے چاہئیں جو دیانت دار ہونے کے ساتھ کام کے معیار میں نیک نام ہوں۔

بہتر یہ ہے کہ ہر بڑے کام میں کم از کم تین پارٹیوں سے ریٹ لئے جائیں اور پھر کام کے معیار کو خراب کئے بغیر سب سے زیادہ رعایت کرنے والی پارٹی سے معاملہ طے کیا جائے، کبھی کبھی کام کے معیار کو اعلیٰ اور عمدہ رکھنے کیلئے ایسی پارٹی سے بھی معاملہ کیا جاسکتا ہے جس کے ریٹ کسی قدر زیادہ ہوں۔

سامان کی خریداری میں بھی متعدد جگہوں سے معلومات کرکے ارزاں خریدا جائے لیکن سامان کے معیار کو کم کرنے کی کسی صورت گنجائش نہیں، خریداری کے معاملہ میں قابلِ اعتماد رسیدوں کا حصول، تمام خریدی ہوئی چیزوں کا ادارے کے اسٹور میں اندراج اور شعبۂ حسابات میں جمع کراتے ہوئے حاصل کردہ رسیدات کو شعبۂ حسابات میں پیش کرنا بھی ضروری ہے، مذکورہ باتوں کی کچھ وضاحت پچھلے صفحات میں بھی آچکی ہے۔

تعمیرات اور ان میں صرف ہونے والے اموال

کس قسم کی تعمیر میں کس قسم کا مال صرف کیا جائیگا؟ اس موضوع سے اہلِ علم راقم الحروف سے زیادہ باخبر ہیں، پھر بھی موضوع کی اہمیت کی بناء پر عملی میدان میں کاموں کے مختلف مراحل میں استحضار کے نقطۂ نظر سے

چند باتیں سپردِ قلم ہیں:

مسجد کی تعمیر اور مرمت کے کاموں میں عطیات اور صدقاتِ جاریہ نافلہ کی رقم صرف کی جاسکتی ہے۔

زکوۃ، صدقۂ فطر اور دیگر صدقاتِ واجبہ کی رقوم براہِ راست تعمیرات و مرمت کے کاموں پر صرف نہیں کی جاسکتیں، نہ مسجد کی تعمیر پر، نہ درسگاہ کی، نہ دار الاقامہ کی، البتہ پچھلے صفحات میں "تملیک" کی بحث میں طلبہ کی جانب سے مہتمم ادارہ کو وکیل بالقبض اور وکیل بالتصرف بنائے جانے اور عام اختیار دینے کا ذکر آیا ہے، اگر داخلہ کے وقت ایسی صورت اختیار کی گئی ہو تو پھر اس اختیارِ عام کے تحت مذکورہ بالا رقوم تعمیرات پر بھی صرف کی جاسکتی ہیں، اسی اختیار کے تحت، ہاشمی طالب علم کی مدد کی جاسکتی ہے، مستطیع طالبعلم کو امتحانات میں پوزیشن حاصل کرنے پر انعام دیا جاسکتا ہے وغیرہ۔

اختیارِ عام کے باوجود احتیاط کا دامن نہ چھوٹنا چاہئے اور خوفِ خدا ملحوظ رہنا چاہئے چنانچہ کوشش کی جائے کہ زکوۃ وصدقات کی مد میں آنے والی رقومات براہِ راست طلبہ پر اور خاص ان سے متعلقہ چیزوں پر صرف ہوں۔

مصارفِ دار الاقامہ

دار الاقامہ میں جو چیزیں صرف ہوتی ہیں چونکہ اکثر و بیشتر براہِ راست طلبہ پر صرف ہوتی ہیں اس لئے جس چیز کی ضرورت ہو اگر وہ ادارہ کے اسٹور میں موجود ہو تو وہاں سے حاصل کر کے ضرورت پوری کی جائے، بصورتِ دیگر تحویلی رقم سے کام لیا جائے، اگر ضرورت بڑی ہو اس پر اخراجات تحویلی رقم سے زیادہ آرہے ہوں تو اس کام کی علیحدہ تحریری منظوری مہتمم ادارہ سے حاصل کر کے وہ کام کرایا جائے۔

اگر ادارہ کے اسٹور میں ایسی چیزیں ہوں جو طلبہ کی ضرورت کی ہوں اور ان میں تقسیم کی جاسکتی ہوں، ضوابط کے مطابق حاصل کر کے تقسیم کی جائیں، مثلاً کپڑا، جوڑے، جوتے، لحاف وغیرہ۔

چیزوں کی تقسیم طلبہ کے حالات، ضرورت و استحقاق کو ملحوظ رکھتے ہوئے دیانت اور ہمدردی کے ساتھ ہونی چاہئے۔

مصارفِ علاج معالجہ/ڈسپنسری یا مرکزِ صحت

بعض اوقات رفاہی اداروں سے دوائیں اور علاج معالجہ کی ضروری چیزیں مفت فراہم کی جارہی ہوتی ہیں، اگر تعلیمی ادارے کے مفاد اور وقار کو محفوظ رکھتے ہوئے وہ حاصل ہو رہی ہوں تو حرج نہیں۔

اس شعبہ کے ذمہ دار کی جہاں تحویلی رقم ہونی چاہیے وہاں طلبہ کی بیماری، خدانخواستہ کسی حادثے یا ہنگامی صورتحال میں اس کے معقول اختیارات ہونے چاہئیں، ایسی صورت میں اخراجات تحویلی رقم سے تجاوز کر جائیں تو اس کی بھی گنجائش ہونی چاہیے؛ البتہ حسابات کا صاف اور بے غبار ہونا ایسی صورت میں بھی ضروری ہے۔

مصارف مکتبہ علمیہ

کتب خانہ تعلیمی ادارے کے علمی ذوق کا آئینہ دار ہوتا ہے، کتابوں کی خریداری کیلئے باقاعدہ ایک فنڈ کا ہونا مناسب ہے، ناظم کتب خانہ کے پاس بھی ایک معقول تحویلی رقم ہونی چاہیے، اس لئے کہ طلبہ کو عاریت پر دی جانے والی کتب کی بھی ضرورت مسلسل رہتی ہے، جلد سازی اور کتاب کو محفوظ رکھنے پر بھی اخراجات آتے ہیں، نیز علمی دیگر کتب اور توطبع مفید جدید کتب کی خریداری کی بھی ضرورت پیش آتی ہے، اس لئے ناظم کتب خانہ بھی علمی ذوق رکھنے والا، تجربہ کار شخص ہونا چاہیے بلکہ بہتر یہ ہے کہ اس قسم کا ذوق رکھنے والے چند افراد کی ایک کمیٹی ہو جس کی مشاورت سے یہ فیصلہ کیا جائے کہ کون سی کتاب خریدی یا حاصل کی جائے اور خریداری کی صورت میں کتنے فیصد رعایت کے ساتھ لی جائے، اس لئے کہ اس جہت سے بھی بڑا تفاوت پایا جاتا ہے۔ حسابات کا صاف ہونا ہر مالی معاملہ میں ضروری ہے۔

مصارف ترجمان ادارہ ماہنامہ وغیرہ

مدرسہ کا اگر کوئی ترجمان ماہنامہ یا سہ ماہی مجلّہ ہو تو اس کو عامۃ الناس کیلئے زیادہ سے زیادہ اصلاحی، فائدہ مند، جاذب اور پرکشش بنانے کی کوشش کی جانی چاہیے تاکہ جہاں اس ماہنامے کی مقبولیت میں اضافہ ہو وہیں وہ رسالہ مدرسہ کیلئے بھی وقار واحترام کا ذریعہ بن جائے، ایسی صورت میں وہ ماہنامہ خود اپنے وسائل پیدا کر کے خودکفیل ہو سکے گا، اس کیلئے باوقار اشتہارات کیلئے کوشاں رہنا ہوگا۔

حاصل یہ کہ خود زیادہ سے زیادہ وسائل پیدا کئے جائیں، سلیقے سے خرچ کیا جائے، معاملات اور حسابات کے صاف رکھنے کا اہتمام کیا جائے۔

آڈٹ

مدرسہ کے حسابات میں آڈٹ کرائے جانے کی بڑی اہمیت ہے تاکہ ہر قسم کی بے احتیاطی، بددیانتی اور گڑبڑ سے حفاظت ہو سکے۔

آڈٹ دو قسم کے ہوتے ہیں۔

انٹرنل آڈٹ ایکسٹرنل آڈٹ

انٹرنل آڈٹ کا مطلب ہوتا ہے، ادارے کا اپنے طور پر اس لائن کے افراد سے جملہ حسابات کی چیکنگ کرانا۔

ایکسٹرنل آڈٹ کا مطلب ہوتا ہے ادارہ کا جملہ حسابات کی سالانہ چیکنگ ایک ایسے ادارہ سے کرانا جو لائسنس کا حامل اور حکومت کا اجازت یافتہ ہو، آڈٹ ''حساب کتاب'' رقوم کا بھی ہوتا ہے، اشیاء، سامان اور اسٹاک کا بھی۔

بہرحال سرکاری طور پر اجازت یافتہ معتبر باوقار ادارے سے تسلی بخش آڈٹ کرانے کے بعد سامنے آنے والی صحیح شکایات کو دور کیا جائے اور مستقبل میں خرابیوں کا سد باب کیا جائے نیز اس ادارے یا پارٹی کی اس آڈٹ سے متعلق تفصیلی رپورٹ مدرسہ کے ریکارڈ میں اس طرح محفوظ کی جائے کہ کسی بھی سال کی آڈٹ رپورٹ دیکھنی ہو تو بآسانی دیکھی جاسکے۔ و ما علینا الاّ البلاغ .

اطیب الطیب

عبیر الحرمین للعطور

اعلیٰ و نفیس عطریات کا مرکز

[illegible]

مشکِ ابیض ، مخلط الحرم ، صفا ، عطرِ کعبہ ، مسک الحرم ، حبہ ، العبیر ، برکہ ، سلطان ، الانصار ، مخلط العبیر ، فل سعودی ، نواکہ مکہ ، عود ابیض ، سلور عود

دیسی ہندی عطورات

حجر اسود ھندی ، شمامہ جدید ، مشک ، مشک عنبر ، خس ، روح خس ، اعلیٰ گلاب ، موتیا ، چنبیلی ، روح مجموعہ ، صندل ، صندل گلاب ، کچی کلی ، رات کی رانی

الکحل سے پاک اعلیٰ ورائٹی کے پرفیومز

مثلاً Carbon , Carbon Night , Black Noir , Ice Man & Women , Every Man , Every One , Dark Night , Miamy , Decent , وغیرہ

(Non Alcoholic) پرفیومز کی وسیع رینج دستیاب ہے۔

پتہ: دکان نمبر 5، ایشین اپارٹمنٹ، بالمقابل اشرف المدارس، گلشنِ اقبال، بلاک 2، کراچی

موبائل نمبر: 0314-2250500 , 0333-3640446

Email:abeerulharamain@yahoo.com facebook/abeer_ul_haramain

بذریعہ کوریئر بیرونِ شہر پارسل کی سہولت موجود ہے۔

اسپیشل ورائٹی

100% خالص اعلیٰ عود
عود ہندی، عود کمبوڈی، عود الملکی، عود لاؤسی، عود العبیر

اعلیٰ شمامہ کی اقسام
شمامۃ العنبر، محسن شمامہ، زعفرانی شمامہ

دبئی اور سعودی عرب کی مشہور کمپنیز مثلاً اجمل، الحرمین، رصاصی، خدلج وغیرہ کے پیک عطورات، پرفیومز اور باڈی اسپریز

عطریات کیلئے فینسی بوتل، کرسٹل بوتل، عود کی لکڑی، بخور کی ٹکیہ، بخور اسٹک، اگربتی (عود/صندل/مشک/گلاب)، الیکٹرک بخوردان، فینسی بخوردان، ائر فریشنرز، باڈی اسپریز وغیرہ

مولانا شفیع اللہ صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صبح وشام کی فضیلت والی ماثور دعائیں

شیطان سے گھر کی حفاظت اور تہجد کے قائم مقام

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ؕ وَإِن تُبْدُوا مَا فِي أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُم بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ.... آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ ؕ كُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ ۚ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۖ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ..... لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۚ وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ (سورۃ بقرہ: آیت ۲۸۴ تا ۲۸۶)

ترجمہ: اللہ ہی کی ملک میں ہیں سب جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں، اور جو باتیں تمہارے نفسوں میں ہیں، ان کو اگر تم ظاہر کرو گے یا کہ پوشیدہ رکھو گے حق تعالیٰ تم سے حساب لیں گے پھر جس کے لئے منظور ہوگا بخش دیں گے اور جس کو منظور ہوگا سزا دیں گے اور اللہ تعالیٰ ہر شئی پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔ اعتقاد رکھتے ہیں رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اس چیز کا جوان کے پاس ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور مومنین بھی، سب کے سب عقیدہ رکھتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ اور اس کی کتابوں کے ساتھ اور اس کے سب پیغمبروں کے ساتھ، اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے اور ان سب نے یوں کہا کہ ہم نے سنا

اور خوشی سے مانا، ہم آپ سے بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے پروردگار اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو مکلف نہیں بناتا مگر اسی کا جو اس کی طاقت میں ہو، اس کو ثواب بھی اسی کا ہوتا ہے جو ارادہ سے کرے اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہوگا جو ارادہ سے کرے۔ اے ہمارے رب ہم پر داروگیر نہ فرمایئے اگر ہم بھول جاویں یا چوک جاویں، اے ہمارے رب ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجئے جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر آپ نے بھیجے تھے، اے ہمارے رب اور ہم پر کوئی ایسا بار نہ ڈالئے جس کی ہمیں سہار نہ ہو اور درگزر کیجئے ہم سے اور بخش دیجئے ہم کو اور رحم کیجئے ہم پر، آپ ہمارے کارساز ہیں سو آپ ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجئے۔

فضیلت

حضرت حذیفہ بن یمان، رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ان آیات کو پڑھے گا تو تین راتوں تک شیطان اس کے گھر کے قریب نہیں آئے گا۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر، رضی اللہ عنہما، سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر دو آیتیں جنت کے خزانوں میں سے نازل فرمائی ہیں ان دونوں آیتوں سے اللہ نے سورۂ بقرہ کو ختم فرمایا، جو شخص عشاء کی نماز کے بعد ان دونوں آیتوں کو دو مرتبہ پڑھ لے اس کے لئے قیام اللیل یعنی تہجد کے قائم مقام ہوجاتی ہیں۔ آمن الرسول سے آخر تک۔ (حاشیۃ الجمل ص ۳۶۵ ج ۱)

حضرت علی، رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں میرا نہیں خیال کہ جو شخص عقل مند ہو اور اس نے اسلام کو پایا ہو وہ ان دونوں آیتوں کو پڑھے بغیر سوئے گا۔ (ایضاً و معارف القرآن ص ۶۹۴ ج ۱)

مستدرک حاکم اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کو ان دو آیتوں پر ختم فرمایا ہے جو مجھے اس خزانۂ خاص سے عطا فرمائی ہیں جو عرش کے نیچے ہے اس لئے تم خاص طور پر ان آیتوں کو سیکھو اور اپنی عورتوں اور بچوں کو سکھاؤ۔ (معارف القرآن ج ۱ ص ۶۹۴)

☆☆☆

محمد راشد

ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

سیرت کا انوکھا شاہکار

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے متعلق ہر زمانہ میں اپنے اپنے انداز میں کتب ومضامین لکھے جاتے رہے ہیں ۔ لیکن پندرہویں صدی ہجری کے آغاز میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کے فرزند محترم جناب محمد ولی رازی صاحب مدظلہم نے انوکھے انداز یعنی غیر منقوط طرز (بغیر نقطہ کے تحریر) میں سیرت طیبہ پر قلم آزمائی کی جواپنی نوعیت کی بالکل منفرد پیشکش اور سیرت طیبہ کا عجیب شاہکار ہے ۔ مکمل سیرت چارسو سے زائد صفحات پر مشتمل اور غیر منقوط انداز میں جبکہ سیرت طیبہ کا موضوع نازک اور انتہائی ادب کا متقاضی لیکن مؤلف دامت برکاتہم اس آزمائش میں کمال احتیاط سے گذر گئے بلکہ سیرت کی بعض ایسی تفصیلات بھی ہیں جن سے متوسط کتابیں خالی ہیں ،اپنے بڑے بھائی کی اس محنت کے بارے میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں " کہ جب اس نازک اور مشکل کام کا تصور کرتا ہوں تو دانتوں کو پسینہ آتا ہے "(سیرت ہادی عالم ص ۱۵)

اس نایاب طرز کی سیرت کا لکھنا جہاں موصوف کی دماغ سوزی، عرق ریزی اور انتہائی محنت کا ثبوت ہے وہاں اُن کی کمال ذہانت کو بھی داد دینے کو جی چاہتا ہے ۔ پوری کتاب لائق مطالعہ ہے، تاہم اس مضمون میں مختصراً تین پہلوؤں کو اجاگر کیا جاتا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کتنی محنت فرمائی ہے ۔

(۱) غیر منقوط متبادل الفاظ

سیرت کے پونے دوسو عنوانات کو غیر منقوط انداز میں پیش کیا گیا ہے ۔ بعض ایسے الفاظ جن کا استعمال تو ناگزیر تھا لیکن اُردو میں وہ الفاظ غیر منقوط نہیں تھے ۔ موصوف نے ان کے متبادل الفاظ بڑے پیارے انداز سے ترتیب دیئے جن میں سے صرف چند غیر منقوط متبادل الفاظ قارئین کی دلچسپی کے لئے پیش کئے جاتے ہیں:

منقوط لفظ	کتاب کا صفحہ نمبر	متبادل غیر منقوط انداز
ماخذ	۱۹	اس رسالے کے علمی وسائل
پیش لفظ	۲۲	سطورِ اوّل
نعت	۳۴	مدحِ رسول
بیت اللہ	۴۵	دار اللہ
آبِ زم زم	۴۸	ماءِ مطہر
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ	۵۹	حاکمِ سوم، دامادِ رسول
جبرئیل علیہ السلام	۶۹	سردارِ ملائک
یتیم	۹۸	والد کے سائے سے محروم
ام المؤمنین	۱۱۱	سارے مسلموں کی ماں

اس طرح پوری کتاب میں مؤلف دامت برکاتہم نے جگہ جگہ اپنی ذہانت سے الفاظ کی اس مشکل گھاٹی کو طے کیا ہے۔

تراجم آیات واحادیث:

سیرت کے احوال کو غیر منقوط انداز میں پیش کرنا تو مشکل کام تھا ہی، لیکن حیران کن کام قرآنی آیات واحادیث مبارکہ کا غیر منقوط ترجمہ کرنا کہ قاری پڑھ کر حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔ صرف تین آیات کا ترجمہ نمونہ کے طور پر پیش خدمت ہے:

(۱) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ترجمہ: اللہ کے اسم سے کہ عام رحم والا، کمال رحم والا ہے (ص:۲۲)

(۲) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:۲۱)

ترجمہ: اُس کا ہر عمل سارے عالم کے لئے اسوۂ کاملہ ہے (ص۳۶)

(۳) مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر:۷)

ترجمہ: ہر وہ عمل کہ اللہ کا رسول لوگوں کو دے اُس کو لے لو اور ہر اُس امر سے کہ وہ لوگوں کو روکے دور رہو (ص:۳۷)

اسی طرح صرف تین احادیث بطور نمونہ پیش خدمت ہیں:

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے خون چوسا تو فرمایا "لن تمسک النار" ۔مؤلف کا ترجمہ ملاحظہ ہو: دارالآم کی آگ اس سے سدا دور رہے گی (ص:۲۲۵)

(۲) مسنون دعا اللھم استر عوراتنا وامن روعاتنا کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں "اے اللہ! ہمارے سوئے عمل کو ڈھک دے اور ہمارے ڈر کو دور کر" (ص ۲۷۹)

(۳) کلمہ شہادت اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ کا ترجمہ دیکھیں: گواہ ہوں کہ اللہ واحد ہے اور محمد اللہ کا رسول ہے۔

پوری کتاب میں اس طرح کمال احتیاط سے آیات واحادیث کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

اظہار اعداد کا دلچسپ انداز

مؤلف دامت برکاتہم کی محنت کا تیسرا پہلو اعداد کے اظہار کا انوکھا اور دلچسپ انداز ہے۔جس کے چند نمونے پیش خدمت ہیں، مزید وضاحت کے لئے صفحہ نمبر دے دیا گیا ہے:

واقعہ	صفحہ	غیر منقوط انداز
اعلان نبوت چالیس سال	۶۹	ساٹھ کم سو سال
۱۲ ربیع الاول	۴۳	ماہِ سوم کی دس اور دو
معراج شریف عمر ۵۱ سال	۱۱۶	آدھی صدی اور اِک سال
جنگ بدر میں کفار کی تعداد ایک ہزار	۱۷۸	آٹھ سو اور دو سو لوگ
ہجرت حبشہ (گیارہ مرد اور پانچ عورتیں)	۹۵	سولہ لوگوں کا کارواں
شہدائے بدر کی تعداد چودہ	۱۹۲	اہل اسلام سے کل دو کم سولہ آدمی
نوّے زخم	۳۵۲	دس کم سو گھاؤ

پندرہ سو صحابہ کرام ۲۵۵ سوکم سولہ سو

لطیفہ

کتاب "ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم" لکھنے کی سعادت بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی اعظمؒ پاکستان کے اُس فرزند کو نصیب فرمائی جن کا اپنا نام ہی غیر منقوط یعنی "محمد ولی" ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس محنت کا دارین میں بہترین صلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

جناب عبداللہ صدیقی صاحب

مشہور ومعروف، امام العصر، تابعی، محدث، مجتہد
حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ

نام اور کنیت: حضراتِ تابعین، محدثین، مجتہدین اور ائمہ متقین رحمہم اللہ اجمعین میں ایک مشہور ومعروف نام امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اصل نام تو ان کا "عامر" اور کنیت ابوعمرو ہے۔ قبیلہ شعب جو ہمدان کی ایک شاخ ہے اس کی طرف نسبت ہونے کے سبب "شعبی" کے لقب سے مشہور ومعروف ہوگئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ایسے وقت میں ہوئی اور قیام ایسے مقام پر رہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے (کم وبیش) پانچ سو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے آپ کو شرفِ ملاقات حاصل رہا۔ اور ان میں سے (ایک مصدقہ روایت کے مطابق) اڑتالیس صحابہ کرامؓ سے فیضیاب ہوئے۔ فقیہ الامت صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما کی خدمت میں دس مہینے مستقل قیام کر کے علوم ومعارف اور حکمت وسنت مطہرہ سے دامنِ مراد بھرتے رہے۔ انہی بزرگانِ دین متین اور مشاہیر کے فیوض وبرکات کے حصول کے سبب حضرت شعبیؒ "امام العصر" قرار پائے۔

آپ کوفہ میں جائے قیام رکھنے والے محترم تابعین میں سے ایک جلیل القدر اور خاص صاحبِ علم شخصیت تھے، جلیل القدر، بہت علم والے، کوفی تابعی تھے۔ روایت ہے کہ عاشق وعامل سنت نبوی علیھا الصلوۃ والسلام حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنھما ایک روز آپ کے پاس سے گزر رہے تھے، اس وقت آپ مغازی (غزوات نبوی) سے متعلق گفتگو کر رہے تھے، سن کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما نے فرمایا: میں نے ان لوگوں (صحابہ کرامؓ) کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے مگر (اے شعبی!) آپ انہیں مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ امام زہریؒ نے بیان کیا ہے کہ علماء چار ہیں: مدینہ منورہ میں ابن مسیبؒ، کوفہ میں الشعبیؒ، بصرہ میں امام حسن بصریؒ اور شام میں مکحولؒ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے محبت ورفاقت اور زیارت وہمنشینی کے ساتھ ساتھ علم کی دولت حاصل

کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ یہی وجہ ہے کہ امام شعبیؒ نے صحابۂ کرام اور اجل تابعین محسنین کی بڑی جماعت سے سماع حدیث شریف کیا۔ صحابہ کرام میں سے حضرت علیؓ، ابن وقاصؓ، زید بن ثابتؓ، سعید ابن زیدؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، ابوہریرہؓ، نعمان بن بشیرؓ وغیرہ وغیرہ، رضی اللہ عنہم، سے احادیث روایت کی ہیں، علاوہ ان کے اجلہ تابعین، رحمہم اللہ، سے آپ نے استفادہ کیا اور علم آگے بڑھایا (تہذیب التہذیب)

حضرت امام شعبیؒ کے تلامذہ کا دائرۂ کار بھی بہت وسیع ہے، علم حدیث میں آپ کے جید تلامذہ میں بڑے بڑے ناموں میں سے ابواسحاق السبیعی، سعید بن عمرو، حصین بن عبدالرحمٰن، داؤ بن ابی ھند، سماک بن حرب، عون بن عبداللہ ابن عون، قتادۃ، مجالد بن سعید، مطرف بن طرف اور ابوحبان رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ وغیرہ (التہذیب)

معاصرین کی نظر میں

علمی لحاظ سے آپ اپنے عہد کے امام تھے۔ حافظ ذہبیؒ نے آپ کو امام، حافظ، فقیہ اور متقن کہا ہے (تذکرۃ الحفاظ) ابن عماد حنبلی نے آپ کو امام، البحر، العلامۃ کے القاب سے یاد کیا ہے۔ (شذرات الذہب)

ابواسحاق کا بیان ہے کہ شعبیؒ جملہ علوم میں یگانۂ عصر تھے، ہر علم میں کمال حاصل تھا۔ قرآن کریم، حدیث شریف، فقہ، مغازی، ریاضی، ادب اور شاعری میں انہیں یکساں دستگاہ حاصل تھی۔ قرآنِ پاک کے ممتاز قاری اور زعیم القراء کہلاتے تھے، تفسیر میں پورا درک حاصل تھا (تذکرۃ الحفاظ)

اتنا زیادہ علم؟

حدیث کے جلیل القدر حافظ بلکہ امام العصر تھے، علامہ ذہبیؒ نے فرمایا: ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ آپ نے اتنا علم کہاں سے حاصل کیا؟

انہوں نے جواب دیا! غم واندوہ کو بھلا دینے سے، ملکوں ملکوں کی سیاحت سے، گدھوں کی طاقت برداشت کرنے سے اور کوؤں کی سحر خیزی کے ذریعے (تذکرۃ الحفاظ)

محمد ابن سیرین کے بقول آپ کا حلقۂ درس اس وقت قائم رہا جب اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تعداد زندہ وجاوید تھی۔

عجیب وغریب حافظہ

اللہ تعالیٰ نے امام شعبیؒ کو عجیب وغریب حافظے سے نوازا تھا۔ ایک دفعہ آپ کوئی حدیث سن لیتے ہمیشہ

کے لئے حافظہ میں اور سینہ میں محفوظ ہو جاتی ۔ان کا بیان ہے کہ میں نے کبھی بیاض کو کتابت سے سیاہ نہیں کیا ،ان کا گویا کہنا یہ تھا کہ علم وہ نہیں جو کتابی سطروں میں لکھ کر محفوظ کیا جائے بلکہ صحیح معنی میں علم تو وہی ہے جو سینوں میں محفوظ اور دل ودماغ میں محفوظ کرلیا جائے ۔ چنانچہ وہ کہتے کہ جب کسی نے کوئی حدیث سنائی تو وہ میرے سینہ میں محفوظ ہوگئی اور دوبارہ سننے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی ۔(تذکرۃ الحفاظ، والتہذیب)

دوسروں سے علم کے حصول میں بڑے محتاط تھے، آپ کہتے کہ علم اس شخص سے حاصل کرنا چاہئے جس میں زہد وعبادت اور عقل ودانش دونوں جمع ہوں ۔تنہا عقل یا تنہا تقویٰ رکھنے والا علم کی حقیقت کو نہیں پا سکتا۔ (تذکرۃ الحفاظ) اہل حجاز، بصرہ، اور کوفہ تین علمی مراکز کے محدثین کی احادیث کا ان سے بڑا کوئی حافظ نہ تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ) ابن لیلیٰ نے کہا ہے کہ امام شعبی صاحب آثار اور ابراہیم صاحب قیاس عالم تھے۔

امتیازی فن فقہ

اگر چہ آپ کو جملہ علوم وفنون میں یکساں درک حاصل تھا لیکن ان کا خاص اور امتیازی فن فقہ تھا۔اس میں آپ اپنے عہد کے سب سے بڑے فقیہ سمجھے جاتے تھے ۔امام ابوالحسن کہتے ہیں کہ میں نے امام شعبیؒ سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا ۔ان کا فقہی کمال اتنا مسلم تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں، جو علوم نبوی کے حقیقی وارث تھے، وہ مسند افتاء پر بیٹھ گئے تھے ۔حضرت ابن سیرینؒ نے ابوبکر ہذلیؒ سے کہا کہ شعبیؒ کے دامن سے وابستہ رہو کیونکہ وہ صحابہؓ کی بڑی تعداد کی موجودگی میں فتویٰ دیتے تھے۔(تذکرۃ الحفاظ)

خوف وخشیت

اتنی وسعتِ علمی اور ہر شعبہ میں کمال کے باوجود امام شعبیؒ کے خوف وخشیت کا حال یہ تھا کہ آپ کہا کرتے: اے کاش میں اس علم سے برابر سرابر چھوٹ جاؤں ۔نہ مجھ سے اس کا مواخذہ ہو اور نہ مجھ کو اس کا صلہ ملے ۔(طبقات ابن سعد)

اقوالِ زریں

آپ فرمایا کرتے تھے کہ صالح مومنین اور صالح بنی ہاشم کو دوست رکھو، لیکن رافضی نہ بنو، جو چیز تمہارے علم میں نہیں ہے اس کی امید رکھو لیکن مرجی نہ بنو۔اس کا یقین رکھو کہ بھلائیاں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں اور برائیاں تمہارے نفس کی جانب سے لیکن قدری نہ بنو۔جس شخص کو تم اچھے اعمال کرتے دیکھو، خواہ چپٹا سندھی ہی کیوں نہ ہو اسے دوست رکھو (طبقات ابن سعد)

فرماتے: فقیہ وہ ہے جو اللہ کی ممنوعات سے بچتا رہے اور عالم وہ ہے جو اللہ کا خوف کرتا رہے، تم لوگ کم استعداد علماء اور جاہل عبادت گزاروں سے بچتے رہو۔ (شذرات الذہب) حضرت حسن بصری انہیں کثیر العلم فرماتے تھے۔

جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

ابن عیینہ کا بیان ہے کہ اہل علم نے کہا ہے کہ امام شعبیؒ اپنے زمانے میں ایسے ہیں جیسے ابن عباسؓ اپنے زمانے میں تھے۔ امام شعبیؒ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں کوفہ کے منصب قضاء پر مامور ہوئے۔

مشہور قول کے مطابق حضرت امام شعبیؒ کی ۱۰۴ھ میں کوفے میں ہی وفات ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

ڈاکٹر محمد حسان اشرف عثمانی

آپ کا سوال

قارئین صرف ایسے سوالات ارسال فرمائیں جو عام دلچسپی رکھتے ہوں اور جن کا ہماری زندگی سے تعلق ہو، مشہور اور اختلافی مسائل سے گریز فرمائیں.. (ادارہ)

سوال: ایک موٹر بائیک جس کی مارکیٹ میں رقم 65000 ہزار روپے ہے۔ وہ بائیک میں نے یا کسی دوسرے بھائی نے چھ ماہ کے ادھار پہ کسی دوسرے کو دے دی۔ اور یہ کہا کہ چھ ماہ کے بعد میں اس بائیک کی رقم آپ سے اسی ہزار روپے لوں گا، یہ سودا شریعت کے مطابق جائز ہے یا یہ سود کے زمرے میں آتا ہے؟

جواب: اس صورت میں موٹر سائیکل کے ادھار کا معاملہ جو نقد کے مقابلے میں زیادہ قیمت پر کیا جاتا ہے، اس کے جواز کے بارے میں کچھ تفصیل ہے، جو حسب ذیل ہے:

(۱) سودا کرتے وقت خریدار اور بیچنے والا ایک دوسرے سے الگ ہونے سے پہلے نقد یا اُدھار میں سے ایک صورت کو طے کر کے اس کی قیمت متعین کر دیں کہ اتنی قیمت ہوگی۔

(۲) اُدھار کی صورت میں ادائیگی کی مدت بھی متعین کر دیں، مثلاً ایک سال کی مدت۔

(۳) ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے کوئی جرمانہ عائد نہ کیا جائے۔

لہٰذا اگر موٹر سائیکل مذکورہ شرائط کی رعایت رکھ کر خریدی اور فروخت کی جائے، تو وہ جائز ہے۔ اس صورت میں نقد 65000 روپے کے مقابلے میں جو زائد رقم 15000 روپے لی جائے گی وہ سود نہیں کہلائیگی، البتہ اگر مذکورہ شرائط میں سے کوئی بھی شرط فوت ہو جائے تو معاملہ جائز نہیں ہوگا۔ (البحوث: ص:۷)

سوال: ایک دکان دار لوگوں کے بجلی کے بل جمع کرتا ہے اور اس بل جمع کرنے پر اسے کمپنی واپڈا کی طرف سے متعینہ کمیشن بھی ملتا ہے، مگر اس کے علاوہ ہر بل جمع کرانے کے لئے آنے والے شخص سے اپنے لئے دس روپے اضافی لیتا ہے (مثلاً اگر بل پانچ سو روپے ہے تو وہ پانچ سو دس روپے وصول کرتا ہے) اور اپنی دکان پر اس کا باقاعدہ ایک بورڈ لگایا ہوا ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ یہ اضافی روپے دکان دار کے لئے لینا جائز ہے یا نہیں؟ نیز کیا ہر گاہک کو یہ بتانا ضروری ہے کہ میں یہ دس روپے اپنے لئے وصول کر رہا ہوں۔ واضح رہے کہ

کمپنی کی طرف سے دکان دار کو اضافی رقم وصول کرنے کی صراحۃً اجازت ہے۔ اس بارے میں شرعی حکم سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

جواب : اس صورت میں اگر کمپنی کا دکان دار کے ساتھ صارفین سے اضافی رقم وصول نہ کرنے کا معاہدہ نہیں ہے، (یعنی کمپنی نے دکان دار کو یہ اجازت دے رکھی ہے کہ وہ بل جمع کرانے والے صارفین سے اپنے لئے دس روپیہ وصول کرسکتا ہے، جیسا کہ سوال میں مذکور ہے یا کم از کم کمپنی کی طرف سے ممانعت نہیں ہے) تو دکان دار کا بل جمع کرانے والے شخص سے یہ اضافی رقم وصول کرنا شرعاً درست ہے، البتہ گاہک کو صحیح صورت حال بتانا اور دھوکہ سے بچنا لازم ہے۔ نیز اگر وہاں یہ بات اتنی معروف ہو کہ ہر صارف کو معلوم ہو یا دکان دار اپنی دکان میں کسی مناسب جگہ پر یہ اعلان آویزاں کردے (جہاں ہر صارف اسے پڑھ سکتا ہو) کہ ہر بل جمع کرانے والے سے دس روپے دکان دار اپنے لئے وصول کرے گا تو پھر ہر صارف کو علیحدہ علیحدہ بتانا ضروری نہیں ہوگا۔ (ماخذہ التبویب: ۱۳۹۹/۵۰ بتصرف)

سوال : آپ سے کینیڈا میں موجود ایک ادارہ جارہ سی ڈی سی کے متعلق دریافت کرنا تھا کہ کیا اس ادارے سے ہم اپنے معاملات کرسکتے ہیں؟ اس کے ایڈوائزر جناب مفتی منیر احمد اخوند صاحب ہیں۔ مجھے ذاتی طور پر حضرت شیخ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی تحقیق پر اعتماد ہے، تو اگر حضرت اس ادارہ کی بابت رہنمائی فرمادیں تو عین نوازش ہوگی۔ مزید یہ کہ اگر حضرت کی زیرِ نگرانی کوئی ادارہ کینیڈا یا نارتھ امریکہ میں موجود ہے یا حضرت شیخ صاحب کا کوئی ترجمان یا قابل اعتماد شخص یہاں موجود ہو تو براہ کرم معلومات مہیّا فرمادیں، تاکہ اشکالات کی صورت میں رابطہ اور راہنمائی کا بندوبست ہوجائے، جزاک اللہ خیرا۔

جواب : واضح رہے کہ دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی کو اجارہ سی ڈی سی کمپنی کے معاہدات، عملی طریقۂ کار اور شرعی اصولوں کی عملی تنفیذ کا علم نہیں ہے، نیز کمپنی بیرون ملک بھی واقع ہے، لہٰذا معلومات نہ ہونے کی وجہ سے مذکورہ کمپنی سے معاملات کرنے کے بارے میں فی الحال دار الافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی سے کوئی حتمی رائے نہیں دی جاسکتی، نیز کمپنی کا شرعی مشیر ہی اس کمپنی کے مالی معاملات کے متعلق زیادہ باخبر ہوتا ہے، لہٰذا اگر اس کمپنی کے شرعی مشیر واقعۃً کوئی مستند عالم دین ہیں اور آپ کو بھی ان کے علم اور تقویٰ پر اعتماد ہو تو

اس کمپنی کے شرعی حکم کے متعلق ان سے معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

نیز دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی کو کینیڈا یا نارتھ امریکہ میں موجود کسی معتبر اسلامی مالیاتی ادارہ کا علم نہیں ہے اور بیرون ملک ہونے کی وجہ سے دارالافتاء کو کسی قابلِ اعتماد شخص کی بھی معلومات نہیں ہیں، اس سلسلہ میں آپ مقامی علماء سے معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

☆☆☆

حسد اور اس کا علاج

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ، فَاِنَّ الْحَسَدَ یَأْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَأْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ. (رواہ ابوداود)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار حسد سے بچو، کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ ایندھن کو۔ (سنن ابو داود. بذل المجهود ص۲۵۹، ج۵)

تشریح:

حسد باطنی بیماریوں میں سے ایک اہم بیماری اور گناہ کبیرہ ہے، حسد کا مطلب یہ ہے کہ آدمی دوسرے کی دینی یا دنیوی نعمت دیکھ کر جلے اور یہ آرزو کرے کہ یہ نعمت اس کے پاس سے چلی جائے اور اس سے چھن جائے۔ جو آدمی اس بیماری میں مبتلا ہو اسے حاسد کہا جاتا ہے۔ اور یہ گناہ کبیرہ ہے اس سے حسد کرنے والے کی نیکیاں ختم ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔

مولانا محمد راحت علی ہاشمی

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شب وروز

ششماہی امتحانات

حسب ہدایت حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم جامعہ دارالعلوم کراچی میں تعلیمی سال ۱۴۳۹ھ کے امتحانات ششماہی کا نظم، ان شاء اللہ تعالیٰ، درج ذیل ترتیب کے مطابق ہوگا:

وقفہ برائے تیاری امتحان: بروز ہفتہ، اتوار غالباً ۲/۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰، ۲۱ جنوری ۲۰۱۸ء۔

دورانیہ امتحان: از۔۔ بروز پیر بتاریخ غالباً ۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۲/ جنوری ۲۰۱۸ء

|

تا۔۔ بروز پیر بتاریخ غالباً ۱۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۹/ جنوری ۲۰۱۸ء

پرچہ جانچنے کی مہلت: بروز منگل، بدھ، جمعرات غالباً ۱۲، ۱۳، ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ مطابق ۳۰/۳۱ جنوری، یکم فروری ۲۰۱۸ء

تعطیل بروز جمعہ غالباً ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲/ فروری ۲۰۱۸ء

آغاز تعلیم: بروز ہفتہ غالباً ۱۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ مطابق ۳/ فروری ۲۰۱۸ء

تربیتی بیان

۲۳/۴/ ۱۴۳۹ھ شب جمعرات دارالعلوم کراچی کی مسجد میں رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، مدظلہم، نے طلبہ سے خطاب فرمایا جس کے خاص خاص نکات درج ذیل ہیں:

(۱)۔۔ مدارس میں داخلہ کے بعد لوگ سمجھتے ہیں کہ بس اللہ تعالیٰ کا راستہ یہی ہے۔ یا بعض حضرات یہ خیال کرلیتے ہیں کہ تبلیغ ہی صرف اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے راستے انسانوں کے

سائنس سے بھی زیادہ ہیں۔ کسی ایک بات کو ہی دین کا راستہ قرار دے لینا درست نہیں۔

مثلاً ایک آدمی عیادت کے لئے جائے، اس کے بارے میں حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر صبح کو عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے رات تک اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔

جب عیادت کا یہ ثواب ہے تو ڈاکٹر کا کتنا ثواب ہوگا۔ اگر حسن نیت کے ساتھ شرعی حدود میں یہ کام کیا جائے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ایک راستہ ہے اسی طرح جہاد ہو، تبلیغ ہو یا تعلیم ودرس ہو جب یہ شرعی حدود میں ہوں تو یہ سارے ہی اللہ کے راستے ہیں اور جب حدود سے متجاوز ہوں تو فساد ہو جائے گا۔

۲۔۔ادائے حقوق: اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی ہے کہ جس کا جو حق ہے اسے پہنچادو، اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کرو اور اللہ کے بندوں کے حقوق بھی ادا کرو۔ قرآن نے اسلوب یہ اختیار کیا ہے کہ تم اپنا جائزہ لو اور تم پر جس جس کے حقوق ہیں، انہیں ادا کرو۔ آج ہر شخص اپنے حقوق کا مطالبہ تو کرتا ہے اپنے ذمہ جو حقوق ہیں ان کی ادائیگی کی فکر نہیں کرتا، اسلام میں اصل طریقہ حقوق کی ادائیگی کا یہ بتایا گیا ہے کہ جن کے ذمہ حقوق ہیں ان سے کہا گیا ہے کہ حقوق ادا کرو، اگرچہ اپنا حق مانگنا بھی جائز ہے مگر اپنے ذمہ جو حق ہے پہلے اس کی ادائیگی کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

۳۔۔حفظ حدود: ہر چیز کی ایک حد مقرر ہے، شریعت نے ادائے حقوق میں بھی حد بندی کر دی ہے۔

مثلاً سب سے بڑی عبادت نماز ہے، مگر اس کی بھی حدود ہیں چنانچہ زوال، غروب آفتاب، طلوع آفتاب کے وقت اس کی اجازت نہیں، کوئی رکوع میں سورۂ فاتحہ پڑھنے لگے تو اس کی اجازت نہیں۔ اسی طرح روزہ عبادت ہے اس کی بھی حدود ہیں کوئی عید کے دن روزہ رکھے تو اس کی اجازت نہیں۔

اسی طرح آپ علم دین حاصل کر رہے ہیں یہ بہت بڑی عبادت ہے، رات کو تھوڑی دیر پڑھ لینا ساری رات عبادت کرنے کے برابر ہے۔ من سلک طریقا یلتمس فیه علما سهل الله له به طریقا الی الجنة.

تم بہت بڑی عبادت کر رہے ہو مگر اس کی بھی حدود ہیں اس کی حدود کیا ہیں؟

مثلاً یہ کہ ماں باپ کو نہ بھولو۔ ان کے احسانات یاد رکھو، انہوں نے عالم بنانے کے لئے تمہیں گھر سے

باہر بھیج دیا، اگر ماں باپ کو خوش رکھو گے تو یہ جنت کا دروازہ ہے اگر ناراض کرو گے تو یہی جہنم کا دروازہ ہے۔ بندوں کے حقوق میں سب سے پہلا حق ماں باپ کا ہے۔ مگر اس کی بھی حدود ہیں ماں باپ کے حقوق ادا کرنے میں ایسے نہ ہو جائیں کہ حقوق اللہ چھوٹنے لگیں، نمازیں چھوٹنے لگیں۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں ایسے کام میں لگا دیا، علم کے حاصل کرنے کی یہ عبادت ایسی ہے کہ یہ تعلیمی صلاحیت ہر مسلمان کے کام آتی ہے۔

سائنس، انجینئرنگ، معاشی علوم، عصری علوم میں مشغول ہونا بھی اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے اس نیت سے کہ انسانوں کو، مسلمانوں کو، اپنے ملک کو فائدہ پہنچاؤں گا۔ ایک ڈاکٹر نے پوچھا کہ آپریشن کرتے وقت بعض اوقات جماعت رہ جاتی ہے انہیں بتایا گیا کہ اگر کسی کی جان کا مسئلہ ہے تو آپ کا جماعت چھوڑ دینا واجب ہے، ہاں نماز نہ چھوڑیں۔

قرآن کریم میں جہاں حقوق کا تذکرہ ہے اسی طرح "**تلک حدود الله**" کا ذکر بھی ہے۔

۴۔۔ان شرعی حدود کو معلوم کرنے کے لئے علماء کی ضرورت ہے، جیسے علماء ڈاکٹروں سے علاج کراتے ہیں، ان کے بتائے ہوئے پرہیز پر عمل کرتے ہیں، اسی طرح ڈاکٹروں کو چاہئے کہ دینی معاملات میں علماء کی پیروی کریں۔

۵۔۔اہل مدارس سے گذارش کرتا ہوں کہ ہمارے ہاں دین پڑھایا جارہا ہے مگر سکھایا نہیں جارہا، مدارس میں پڑھانے کا سلسلہ تو ایسا عمدہ ہے کہ کہیں اور نہیں ہے۔۔لیکن تربیت کی طرف توجہ میں کمی ہے آپ یہاں رہ کر اپنی اصلاح بھی کریں۔

آج اللہ تعالیٰ نے علم حاصل کرنے کے لئے کتنی سہولتیں عطا فرمادی ہیں، پہلے زمانے کے لوگوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ ان حضرات نے کتنی کتنی محنتوں اور مشقتوں سے دین دیکھا۔

دارالعلوم کو اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹا سا شہر بنادیا ہے، پہلے یہاں بھی ایسی سہولتیں کہاں تھیں، اس ذیل میں جامعہ دارالعلوم کے ابتدائی دور کے کچھ واقعات سنا کر فرمایا کہ: جو نعمت آدمی کو مشقت اٹھا کر ملتی ہے اس کی قدر وقیمت محسوس ہوتی ہے، اس میں برکت ہوتی ہے، اس زمانہ میں ہمیں پوری یکسوئی کے ساتھ علم حاصل کرنے کا موقع ملا، اس وقت کے مجاہدہ کا اثر اب تک محسوس ہوتا ہے۔اب تو اللہ تعالیٰ نے اتنے آرام اور

راحت کا سامان فراہم کردیا ہے، سندھ وپنجاب کے اکثر مدارس میں اچھے انتظامات ہو گئے ہیں اس پر شکر ادا کریں۔

پہلے طلبہ کھانے کے لئے لائن لگاتے تھے، اب الحمدللہ ایک ہی جگہ بیٹھ کر سہولت سے کھالیتے ہیں آپ کے اس مطعم اوردارالطلبہ میں طلبہ کی ضروریات کا خیال رکھا گیا ہے۔ مطبخ میں حفظان صحت کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔آپ کا یہ مطبخ عالمی معیار کے اصولوں کی بنیاد پر بنا ہے، یہ بات باعث مسرت ہے کہ رفاہی کاموں میں حصہ لینے کے اعتبار سے تمام دنیا کے ملکوں میں پاکستان پہلے نمبر پر ہے۔کوئی آبادی مسجد سے خالی نہیں، مکتب بھی تقریباً ہر جگہ ہے۔ دارالعلوم کے خرچ کے لئے اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں کہ یہ کام کرو، والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں جب دارالعلوم کورنگی منتقل ہوا تھا اور یہاں آمدورفت کے لئے اس وقت تک باقاعدہ سڑک بھی نہیں بنی تھی، ایک صاحب اسی کچی سڑک پر سفر کرکے آئے اور ملاقات کے وقت یہ کہا کہ مدرسہ کیسے چلتا ہے۔ والد صاحب نے فرمایا اللہ تعالیٰ چلاتے ہیں، انہوں نے چلتے وقت پانچ ہزار روپے دیئے۔ والد صاحب نے فرمایا کہ ایسے چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل میں ڈالا، اتنی دور سے سفر کرکے آئے اور خود کچھ رقم عنایت فرمائی، یہ سب اللہ کا کرم ہے اس کے انعامات ہیں، اللھم اجعلنا شاکرین لنعمتک ۔

اس لئے ان سہولتوں کی قدر کرو، خوب علم حاصل کرو جو سیکھنے کے کام ہیں وہ سیکھو، اپنے جامعہ کو اسلامی شہر بنالو، مسلمانوں کو کس طرح رہنا چاہئے ان اصولوں کو سامنے رکھو، اسے اسلامی معاشرت کا نمونہ بنالو، خودکو ایسا بناؤ کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ مسلمان عالم دین کی زندگی کیسی ہوتی ہے، تقویٰ اختیار کرو، تقویٰ حاصل ہوتا ہے صدق واخلاص سے، صدق کا مطلب ہے ہر کام شریعت کے مطابق ہو، اور اخلاص یہ ہے کہ نیت خالص اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی ہو۔

وقت کی قدر کرو، اپنے اساتذہ کے طریقوں کو دیکھو، بہت سے طلبہ کے پاس موٹر سائیکل ہے، اب تو ماشاء اللہ طلبہ کے پاس گاڑیاں بھی ہیں، اپنی گاڑی کے سائیلنسر صحیح رکھنے چاہییں بلاوجہ شور نہ ہوتا کہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔

بعض طلبہ وضو کے دوران پانی بہت ضائع کرتے ہیں، یہ ناشکری ہے، اس سے اجتناب کریں اور آپس

میں مل کر طلبہ ہی اس کا علاج کریں، پانی ضائع کرنے والے کو ٹوکیں، مگر نرمی سے کہیں اور اساتذہ بھی کہیں، مسجد کے خادمین بھی کہیں تا کہ پانی کے ضیاع اور اسراف سے ہم سب بچیں۔

دعائے صحت

جامعہ دارالعلوم کراچی کے بعض اساتذہ، طلبہ اور کارکنان علالت کا شکار ہیں، ان کے لئے دعائے صحت کی درخواست ہے۔ بالخصوص قاری عبدالملک صاحب حفظہ اللہ اور عبدالمالک ڈرائیور کی طبیعت زیادہ ناساز ہے، ان کے لئے بھی مکمل صحت یابی کی دعا کی درخواست ہے، اللہ تعالیٰ تمام بیماروں کو شفاء کامل وعاجل نصیب فرمائیں۔ آمین۔

دعائے مغفرت

جامعہ دارالعلوم کراچی کے قدیم استاذ حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کے کئی عزیزوں کا گذشتہ دنوں یکے بعد دیگرے انتقال ہوگیا:

مولانا شمس الضحیٰ چترالی فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی کی والدہ ماجدہ، مولانا محبوب الحی فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی کی والدہ ماجدہ اور مولانا شمس الضحیٰ کی اہلیہ (والدہ انوار الحق، متعلم درجہ رابعہ وتنویر الحق متعلم درجہ ثالثہ) رحلت فرماگئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

البلاغ کے قدیم قاری اور جامعہ دارالعلوم کراچی کے ہمدرد امجد اللہ خان صاحب کی اہلیہ محترمہ اور محمد عدنان امجد کی والدہ محترمہ کا مختصر علالت کے بعد ۱۶ ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ کو انتقال ہوگیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی مولانا صالح محمد صاحب کی والدہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ کو رحلت فرماگئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ ان مرحومین کی مغفرت کاملہ فرمائیں درجات عالیہ عطا فرمائیں اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل سے نوازیں۔ آمین۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

نقد و تبصرہ

تبصرے کے لیے ہر کتاب کے دو نسخے ارسال فرمائیے

تبصرہ نگار کا مؤلف کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

نام کتاب .... قرض کے جدید شرعی مسائل اور اسلامی بینکاری

نام مؤلف .... ڈاکٹر مفتی محمد وصی فصیح بٹ

تقریظ و پسند فرمودہ .... حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم

ضخامت .... ۴۷۹ صفحات ۔ قیمت: درج نہیں

قیمت .... عام قیمت: ۴۸۰ روپے، رعایتی قیمت: ۲۴۰ روپے

ناشر .... ادارۃ المعارف کراچی ۱۴

کتاب وسنت اور فقہ اسلامی میں بیع وشراء، ربا اور شرکت ومضاربت کے ساتھ ساتھ "قرض" کے بارے میں بھی احکام موجود ہیں، مگر ہماری معلومات کے مطابق اب تک اردو میں اس موضوع پر کوئی قابل ذکر مفصل کتاب موجود نہیں تھی، الحمد للہ زیر نظر کاوش کا محور یہی عنوان ہے جو در حقیقت پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے، جس پر فاضل مقالہ نگار کو ماشاء اللہ کراچی یونیورسٹی کی طرف سے پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی مل چکی ہے۔

اس مقالے میں عقد قرض کی بنیادی ساخت، اس کے ارکان کی شرعی شرائط، قرض کے لین دین کے بارے میں اسلامی مزاج کا تعین، قرض سے حصول منفعت کا حکم، میت اور زکوٰۃ کے متعلق قرض کے خصوصی مسائل، قرض کی وصولیابی کی شرعی طریقوں اور واپسی میں تاخیر پر غیر سودی بینکوں میں رائج سزاؤں کا تحقیقی مطالعہ کیا گیا ہے، نیز جدید معاشی انقلابات سے وجود میں آنے والے جدید مسائل مثلاً: ہنڈی (money order)، فارن ایکسچینج بیرر سرٹیفکیٹ، بینک اجارہ کے سیکورٹی ڈپازٹ، بینکی تحویلات (remittance)

اور کرنٹ اکاؤنٹ کی فقہی تکییف بھی کی گئی ہے، اس کے علاوہ افراط زر (inflation) میں ادائیگی قرض کا معیار، بھاری تجارتی قرضوں پر زکوٰۃ، مقروض کی محدود ذمہ داری (limited liability)، تفلیس (bankruptcy) جیسے تحقیقی عناوین پر بھی نتیجہ خیز بحث کی گئی ہے۔

مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوا کہ موصوف نے مقالہ کی تیاری میں خوب عرقریزی سے کام لیا ہے۔ اور موضوع کا حق ادا کرنے کی عمدہ کوشش کی ہے، خیال یہ ہے کہ شاید قرض کا کوئی پہلو بھی تشنہ نہیں رہا۔ تمام باتیں باحوالہ اور مستند ہیں۔ انداز تحریر شستہ اور صاف ہے، طباعت کا معیار بھی عمدہ ہے۔

ان ساری باتوں کے پیش نظر ہماری نظر میں یہ علمی و تحقیقی محنت قابل مبارک باد اور لائق تحسین ہے۔ مولائے کریم فاضل مقالہ نگار کی اس قابل قدر جدو جہد کو قبول فرمائے اور تحقیق کا ذوق رکھنے والے حضرات کو اس کے بغور مطالعہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (ابو معاذ)

نام کتاب	....	پریشانی کے بعد راحت
اردو ترجمہ	....	الفرج بعد الشدة والضيقة
تالیف	....	ابراہیم بن عبداللہ الحازمی
ترجمہ و اضافات	....	خلیل الرحمٰن، فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن کراچی
ضخامت	....	۲۲۸ صفحات، مناسب طباعت۔ قیمت: درج نہیں
ناشر	....	بیت العلم ٹرسٹ، ST-9E بلاک نمبر 8، گلشن اقبال کراچی

زیر نظر کتاب شیخ ابراہیم بن عبداللہ الحازمی کی تالیف "الفرج بعد الشدة والضيقة" کا اردو ترجمہ ہے، اس میں حضرت مؤلف نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام، صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین، تابعین، رحمھم اللہ اور معاصرین کے ایسے واقعات درج کیے ہیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان حضرات پر ان کی زندگی میں سخت مصائب آئے مگر انہوں نے صبر کیا، اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کی پریشانیوں کو دور فرمادیا۔ اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جنہیں پڑھ کر اس یقین میں اضافہ ہوجاتا ہے کہ صبر، دعا اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہی وہ اثاثہ جات ہیں جن سے ہر طرح کی تنگی سے نجات ملتی ہے، ترجمہ سلیس ہے، آخر میں ایسے مستند اوراد و وظائف بھی درج کردیے گئے ہیں جن کو پڑھنے سے مشکلات دور ہوجاتی ہیں۔ (ابو معاذ)

☆☆☆

رجسٹرڈ نمبر MC-675 "ماہنامہ البلاغ کراچی